چلتی ٹرین میں نماز کا حکم
فتاویٰ رضویہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں
مجلس شرعی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا . (۲۳۹/البقرۃ ۲)

اگر تمھیں خوف ہو تو پیدل یا سوار جس طرح ہو سکے نماز پڑھو۔

چلتی ٹرین میں نماز کا حکم

فتاویٰ رضویہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں

تالیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی

صدر شعبۂ افتا و ناظمِ مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

-----------------ناشر-----------------

مجلسِ شرعی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

نام کتاب : چلتی ٹرین میں نماز کا حکم
فتاویٰ رضویہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں
تالیف : مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی، ناظمِ مجلس شرعی و
صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
کمپوزنگ : پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارکپور ۹۲۳۵۶۴۷۰۴۱
صفحات : ۸۰
اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۳ء
تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : مجلسِ شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ملنے کے پتے:

(۱)- مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲)- مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳)- مجلسِ برکات، کٹرہ گوکل شاہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
(۴)- مکتبہ برہانِ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶)- حق اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ

PUBLISHER-

MAJLIS-E-SHARAI

Jamia Ashrafia, Mubarakpur, Azamgarh (U.P.) 276404

موجودہ فقہی اختلافات کے تناظر میں

تفرقہ یوں ہی بہر لحظہ بڑھانا کیسا

از: ڈاکٹر شکیل اعظمی (ایف. ایم. بی. ایس)
محلہ کریم الدین پور، گھی، پوسٹ گھوسی، ضلع مئو

دونوں ہم مذہب و مسلک ہیں تو جھگڑا کیسا
فقہی اور فرعی مسائل میں الجھنا کیسا

ہو نہ افہام اور تفہیم، یہ سودا کیسا
ضد پہ ہم اپنی اَڑے ہوں، یہ تماشا کیسا

ہو نہ تنقیح مسائل کی یہ جذبہ کیسا
بس ہمیں حق پہ ہیں بے جا تھا یہ دعویٰ کیسا

کچھ بھی احساس نہیں ہوتا کہ اِن باتوں سے
اہلِ سنت کا پریشان ہے طبقہ کیسا

کوئی صورت تو نکالیں یہ فقیہانِ حرم
تفرقہ یوں ہی بہر لحظہ بڑھانا کیسا

کیا کسی کو نہیں احساس کہ اِن باتوں سے
ملتا ہے غیروں کو تضحیک کا حربہ کیسا

دوریاں ختم کریں، بغض و حسد کو چھوڑیں
اپنوں ہی کے لیے یہ جنگ کا نعرہ کیسا

ضائع کرتے ہیں بلا وجہ توانائی کو
صَرف مِلّت کے لیے ہو تو ہو نقشہ کیسا

اہلِ سنت کا ہے آئینہ رضا کا مسلک
مانتے سب ہیں تو پھر اس میں الجھنا کیسا

ہائے افسوس کہ ہم مذہب و ہم مسلک پر
دَور تفریق و عداوت کا یہ آیا کیسا

کاش ہم اپنے بزرگوں کے عمل کو دیکھیں
مختلف رائے پہ بھی اُن کا تھا شیوہ کیسا

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

﴿اجماع﴾

کسی امرِ دینی پر ایک عصر کے تمام فقہاے مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع ہے۔

اجماع کے درجات مختلف ہیں:

سب سے اونچا درجہ ———— اجماعِ صحابہ و اجماعِ مسلمین

دوسرا درجہ ———— اجماعِ اہلِ سنت

تیسرا درجہ ———— ○ اجماعِ فقہاے حنفیہ

○ اجماعِ فقہاے مالکیہ

○ اجماعِ فقہاے شافعیہ

○ اجماعِ فقہاے حنابلہ

اجماع قطعی بھی ہوتا ہے اور ظنّی بھی — قولی بھی ہوتا ہے اور سکوتی بھی۔

((چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ))

نہ اجماع کے کسی درجے میں ہے، نہ اس پر علماے اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔

* * * * *

فتاویٰ رضویہ شریف کا فتویٰ حق ہے

...اس کا منطوق بھی اور اس کا مفہومِ مخالف بھی۔ چلتی ریل میں نماز کا فتویٰ بھی ،اور دوسرے فتاویٰ بھی۔ فقہاے مجلسِ شرعی اور علماے جامعہ اشرفیہ کا یہی موقف ہے اور اِسی وجہ سے ان حضرات نے اس کے مفہومِ مخالف سے استدلال کیا۔

کلامِ علما میں مفہومِ مخالف بالاتفاق حجت ہے، اس سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔
(درِ مختار، شامی، شرح وقایہ، وغیرہ)

فتاویٰ رضویہ کے مفہومِ مخالف سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کے زمانے میں چلتی ٹرین میں نماز صحیح ہے، دُہرانے کی حاجت نہیں۔ یہ اتباع ہے اور اسے اختلاف سمجھنا بڑی بھول ہے۔

یہ مسئلہ عقاید کے باب سے نہیں، فروع سے ہے اور شروع سے ہی اختلافی رہا۔

اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ص: ۴۴، ج: ۱۱)

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم* حامدًا و مصلّیاً و مسلّماً

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدّس سرہ نے چلتی ٹرین میں نماز کے تعلق سے آج سے سو سال پہلے جو فتویٰ صادر فرمایا تھا، وہ اپنے «منطوق» کے لحاظ سے بھی حق و صحیح ہے اور اپنے «مفہوم» کے لحاظ سے بھی حق و صحیح ہے۔ تمام علماے جامعہ اشرفیہ اور فقہاے مجلس شرعی کا یہی موقف ہے۔

«منطوق» سے مراد وہ حکمِ شرعی ہے جو لفظوں میں مذکور ہے۔ اور «مفہوم» سے مراد وہ حکم شرعی ہے جو لفظوں میں تو مذکور نہیں، مگر الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، جیسے فقہا فرماتے ہیں: «نومُ الأنبياءِ غيرُ ناقضٍ.» انبیاء علیہم الصّلاۃ والسلام کے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ غیر انبیا کا وضو سونے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ”سونے سے انبیا کا وضو نہ ٹوٹنا“ کلامِ منطوق ہے، اور غیر انبیا کا وضو ٹوٹ جانا اس کا مفہوم۔ اور دونوں حجت ہیں۔

قرآن میں ہے: ”كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ.“[۱]

ہاں ہاں، بے شک یہ کفار اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

قیامت کے دن رب عزّ و جل کے دیدار سے محرومی کفار کی سزا ہے۔ اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ مومنین اپنے رب کے دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جب اس نے اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کیا تو دوستوں کو اپنی تجلی سے نوازے گا اور اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا۔“

(۱) -قرآن مجید، سورۃ المطففین، آیت:۸۳

"قیامت کے دن کفار کا اپنے رب کے دیدار سے محروم رہنا" آیۂ کریمہ کا منطوق ہے اور "مومنین کا محروم نہ رہنا" آیتِ کریمہ کا مفہومِ مخالف۔ اور اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک دونوں حجت ہیں۔

یہاں سے عیاں ہو گیا کہ کلام کا منطوق بھی حق و صحیح ہوتا ہے اور کلام کا مفہومِ مخالف بھی حق و صحیح ہوتا ہے اور کلامِ علما میں دونوں بالاتفاق حجت ہیں، اس لیے اربابِ مجلسِ شرعی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام کے منطوق کو بھی حق و حجت مانتے ہیں اور کلام کے مفہومِ مخالف کو بھی حق و حجت مانتے ہیں۔

البتہ حکمِ منطوق جس بنیاد پر جاری ہوا تھا اب وہ بنیاد بدل چکی ہے، اس لیے آپ کا حکمِ منطوق بھی بدل چکا ہے اور اس کی جگہ «حکمِ مفہوم» خود ہی جاری ہو گیا، یہ بحث کتاب میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے تعلق سے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور کتبِ مذہب میں کوئی واضح اور صریح حکم مذکور نہیں۔ احادیثِ نبویہ کے مطالعے سے اونٹ اور گھوڑے وغیرہ پر نماز کے احکام واضح طور پر معلوم ہو جاتے ہیں اور کتبِ فقہ کے مطالعے سے پانی پر تیرتی کشتیوں میں نماز کے احکام مذکور ہیں، لیکن کھلی ہوئی بات ہے کہ «ریل» اونٹ اور گھوڑے کی طرح نہیں، کیوں کہ یہ جان دار ہیں اور اپنے ارادہ و اختیار سے چلتے رکتے ہیں، جب کہ ریل غیر جان دار ہے، اس میں کوئی ارادہ و اختیار نہیں پایا جاتا۔ ہاں زمین پر چلنے میں دونوں میں مشابہت ہے — اور کشتی بے جان، بے ارادہ ملاح کے چلانے سے چلتی ہے، اس حیثیت سے یہ اس کے مشابہ ہے، ہاں! کشتی خشکی پر اور ریل پانی میں نہیں چل سکتی، اس حیثیت سے ریل اور کشتی میں کوئی مشابہت نہیں۔ الغرض ریل کو ایک لحاظ سے کشتی سے اور ایک لحاظ سے جانوروں سے مشابہت ہے اور دوسرے لحاظ سے جانوروں اور کشتی سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اس لیے ریل میں نماز کا حکم جاری کرنے کے لیے بظاہر نہ

احادیثِ نبویہ کا سہارا لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کتبِ فقہ سے۔ یہی وجہ ہوئی کہ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں جب چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ اٹھا تو علمائے اہلِ سنت کی تحقیقات وفتاویٰ میں اختلاف ہوگیا۔ کچھ علما نے کشتی سے مشابہت کا لحاظ کرتے ہوئے چلتی ریل میں نماز کی صحت کا حکم دیا پھر مختلف حیثیتوں سے اسے ثابت کیا اور کچھ علما نے گھوڑے اور اونٹ کی مشابہت کا لحاظ کرکے عدم جواز کا حکم دیا اور ان حضرات نے بھی مختلف حیثیتوں سے بحثیں کیں۔

قائلینِ جواز کے دلائل میں ایک دلیل قافلہ چلے جانے یا کم از کم اس کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کی ہے، اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ قافلے عموماً اونٹ اور گھوڑے پر سفر کرتے تھے اور اپنے معمول کے مطابق کسی خاص منزل پر قیام کرتے، پھر چلتے رہتے۔ فقہا نے اجازت دی ہے کہ اگر نماز کے وقت میں جانور سے اتر کر نماز پڑھنے میں قافلہ کے چلے جانے، یا نگاہوں سے اوجھل ہونے کا اندیشہ ہو تو چلتے ہوئے گھوڑے یا اونٹ پر ہی نماز پڑھ لے، یہ نماز صحیح ہوگی۔ اور اسے بعد میں دُہرانے کی حاجت نہ ہوگی۔ حالاں کہ یہاں ہر مسافر جانور کو روک سکتا ہے، اور چین پُلنگ Chain Pulling کی طرح سے کسی قانونی مواخذے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی طرح جب ریل سے اتر کر نماز پڑھنے میں ریل کے چلے جانے کا اندیشہ ہو تو چلتی ریل میں ہی نماز پڑھ لیں اور اسے دُہرانے کی حاجت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس مسئلے میں سواریوں کی مشابہت سے ہٹ کر اس بات پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی کہ سواریوں پر نماز کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کی شرط کیا ہے، چوں کہ حکم اپنی شرط کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے، اس لیے جہاں شرط نماز کے صحیح ہونے کی پائی جائے گی، وہاں حکم ہوگا کہ نماز صحیح ہے اور جہاں وہ علت نہ پائی جائے وہاں حکم ہوگا کہ نماز صحیح نہیں۔ آپ نے کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی کتابوں میں کامل

غور وفکر کے بعد یہ طے کیا کہ "زمین پر قرار کے ساتھ نماز" سے مانع بندہ ہو تو چلتی سواری پر نماز نہ ہوگی اور بندہ نہ ہو تو نماز صحیح و درست ہوگی۔ نماز کے چلتی سواری پر صحیح ہونے، نہ ہونے کی بنیاد یہی ہے۔ آپ اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں:

"ریل انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تومنع مِن جهة العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعدِ زوالِ مانع اعادہ کرے۔"[1]

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نماز صحیح نہ ہونے کی بنیاد منع مِن جهة العباد بتائی، ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ بنیاد دو باتوں کے ساتھ وجود میں آئی۔ **پہلی بات** انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرین کا روکا جانا۔ **دوسری بات** نماز کے لیے اسے نہ روکنا۔ لہٰذا جہاں یہ دونوں باتیں پائی جائیں گی، وہاں نماز صحیح نہ ہونے کی بنیاد مانع من جہۃ العباد بھی پائی جائے گی اور جہاں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو وہاں وہ بنیاد بھی باقی نہ ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کے حالات کیا ہیں۔

تو یہ حقیقت تو آج روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور محسوسات سے ہے کہ ریل کسی بڑے سے بڑے آدمی کے کھانے کے لیے نہیں روکی جاتی، نہ انگریزوں کے لیے، نہ غیروں کے لیے۔ جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی، تو آج کے حالات میں وہ دونوں باتیں نہیں پائی گئیں، لہٰذا نماز صحیح نہ ہونے کی شرط و بنیاد بھی نہ پائی گئی۔ اس لیے اب فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت کی بنا پر حکم ہوگا کہ چلتی ٹرین میں نماز صحیح ہے اور اسے دُہرانے کی حاجت نہیں۔

یہاں بہت سے قارئین کے دل میں یہ خلجان پیدا ہو سکتا ہے کہ ریل نہ روکنا بندے کا کام ہے تو منع مِن جهة العباد کیوں نہیں ہوگا؟ تو عرض ہے کہ اس کا بہت ہی شافی جواب الحمدللہ اسی کتاب میں آگے آرہا ہے۔ آپ اسے بغور پڑھیں۔ خدائے پاک

---

(۱) ـفتاویٰ رضویه، جلد سوم، ص:۴۴، سنی دار الاشاعت، مبارك پور

کے کرم سے اور سراج الامہ امامِ اعظم کے صدقے میں آپ کا دل خوب مطمئن ہو جائے گا۔

یہ کتاب چار مضامین پر مشتمل ہے:

پہلا مضمون حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی کا عالمانہ خطاب۔ موصوف باصلاحیت عالمِ دین، مناظر، متکلّم، فقیہ اور متعدّد کتابوں کے مصنف ہیں اور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے یہ بہت قریب بھی رہے۔

دوسرا مضمون اس بے مایہ و بے بضاعت کا ایک توضیحی خطاب ہے جسے محبِّ محترم حضرت مولانا مفتی انفاس الحسن چشتی دام مجدہم شیخ الحدیث ومفتیِ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے مرتب فرمایا ہے۔

تیسرا مضمون، نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر، جو جامعۃ البرکات علی گڑھ میں منعقد مجلسِ شرعی کے بیسویں فقہی سیمینار میں پڑھا گیا۔

چوتھا مضمون، مجلسِ شرعی کا فیصلہ ہے جس پر جامعۃ البرکات علی گڑھ اور فقہی سمپوزیم دار الخیر اجمیر شریف کے شرکاے سیمینار وغیرہ کے دستخط ہیں۔

اب آپ خالی الذہن ہو کر صفاے قلب کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کیجیے اور حق، حقانیت، حقائق سے لبریز تحقیقات کے جلوے دیکھیے۔ ذٰلك مِن فضلِ الله يؤتيه من يشاء.

بقلم: محمد ضیاء الدین برکاتی
متعلّم درجہ رابعہ، جامعہ اشرفیہ
مبارک پور

قالهٗ بفمهٖ
محمد نظام الدین رضوی برکاتی
ناظم مجلسِ شرعی و صدر شعبۂ افتا
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۸؍ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ / ۱۴؍ اکتوبر ۲۰۱۳ء
(دوشنبہ، بعد فجر)

چلتی ٹرین میں نماز کے صحیح ہونے، نہ ہونے کی بنیاد

اجمیر مقدس کے سیمینار میں کی گئی حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی کی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم .

امابعد— حضرات! یہاں اجمیر مقدس آنے کے لیے روانہ ہونے سے ایک دن پہلے میرے پاس چلتی ٹرین پر نماز کے تعلق سے ایک مولانا صاحب ایک دوسرے مولانا صاحب کا ایک فتویٰ تصدیق کے لیے لے کر آئے تھے، جس پر کسی معتمد مفتی کی تصدیق تو نہیں، البتہ ایک درجن ایسے لوگوں کے دستخط ضرور تھے جن میں کچھ علما اور کچھ علما نما ہیں۔ آج یہیں کے کسی مفتی ابوالقاسم نامی شخص کی بھی ایک تحریر اسی موضوع پر دیکھنے میں آئی۔ ان تحریروں میں دلائل کے نام پر جو کچھ ہے وہ صرف بے وجہ کا غوغا اور جھوٹے جذبات کی نمائش ہے۔ بہر حال! اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہ قرآن کریم میں مذکور ہے نہ احادیث میں مذکور ہے، نہ ائمہ متقدمین کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ مسئلہ اٹھا اور علما مختلف الخیال ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہاے کرام کے قواعد سے یہ مستنبط فرمایا کہ چلتی ٹرین پر فرض نمازیں، واجب نمازیں اور اس سے ملحق نمازیں جیسے فجر کی سنتیں، یہ ادا نہیں ہوں گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **یہ مسئلہ تعبُّدی ہے یا معلول بعلّت ؟** آپ حضرات چوں کہ علمائے کرام اور مفتیان عظام ہیں اس لیے میں نے یہ اصطلاحی الفاظ استعمال کیے۔ امرِ تعبُّدی ہو تو اس میں تغیر نہیں ہو گا جو حکم ہے اسی پر عمل ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے امر تعبدی کوئی فقیہ تو کجا؟ فقہ سے ادنیٰ ملابست رکھنے والا شخص بھی نہیں کہے گا۔

توثابت ہواکہ یہ مسئلہ معلول بعلت ہے۔ خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی علت بیان فرمائی ہے۔اور قاعدہ ہے کہ مسئلہ معلول بعلت ہوتو علت کے وجود سے حکم کا وجود اور علت کے ارتفاع سے حکم کا ارتفاع ہوتا ہے۔یعنی جب جب علت پائی جائے گی حکم پایاجائے گااور جب جب علت ختم ہوجائے گی حکم بھی ختم ہوجائے گا۔پھر اگر کبھی وہی علت موجود ہوجائے تودوبارہ وہی حکم لوٹ کرآئے گا۔اس کے بعد پھر اگر علت ختم ہوجائے تو حکم ختم ہوجائے گا۔ الغرض جب جب علت موجود ہوتی رہے گی حکم موجود ہوتا رہے گااور جب جب مرتفع ہوتی رہے گی حکم بھی مرتفع ہوتا رہے گا۔ یہ اصول کی باتیں ہیں، آپ تمام حضرات اچھی طرح جانتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں لکھا تواس کی علت یہ بیان فرمائی کہ ”انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرینیں روکی جاتی ہیں اور ہماری نمازوں کے لیے نہیں، تو یہ منع مِن جہۃ العباد ہوا“ اس وقت اعلیٰ حضرت کے موافق جو علما تھے سب نے اس کو اپنایا۔ مگر تقریبًا سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ بریلی شریف کے سیمینار کا یہ موضوع بنا کہ چلتی ٹرین پر فرض نمازیں، واجب نمازیں اور فجر کی سنتیں ادا ہوں گی یا نہیں؟

یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تحریر فرمادینے کے بعد، فتاویٰ رضویہ میں اس مسئلہ کے آجانے کے بعد، آخر وہ کیا بات تھی کہ یہ مسئلہ بریلی شریف کے سیمینار کا موضوع بنا؟ ہم سب تو اعلیٰ حضرت ہی کے ماننے والے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمادیا ہے ہمارے لیے وہ کافی تھا۔ لیکن بریلی شریف کے سیمینار کا یہ موضوع کیوں بنا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے، آپ نے - یا - جن لوگوں نے بھی اسے سیمینار کا موضوع بنایا، خود ان کے ذہن میں یہ بات کھٹکنے لگی کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے زمانے میں جو علت بتائی تھی وہ علت آج موجود ہے یا نہیں؟، اگر علت موجود ہے تو حکم یہی رہے گا، اور علت موجود نہیں ہے تو حکم مرتفع ہوجائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیمینار میں یہ غور کرنا تھا کہ علت آج بھی متحقق ہے یا نہیں؟ علت موجود ہے - یا - مرتفع ہوگئی ہے؟ تو اب اگر اختلاف

ہو گا تو اس کے تحقق اور ارتفاع میں ہو گا، اصل مسئلہ میں نہیں ہو گا۔ یعنی علت موجود ہے تو حکم وہی رہے گا اور موجود نہیں ہے تو وہ حکم نہیں رہے گا۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے، اس لیے یہ نمازیں ادا نہیں ہوں گی۔ مانع من جہۃ العباد کیسے ہے؟ اس کی وجہ اعلیٰ حضرت نے یہ بیان فرمائی ہے کہ "انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہیں اور ہماری نمازوں کے لیے نہیں" حضرات! اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں یہاں انگریزوں کی حکومت تھی، انگریزوں کے لیے ٹرین روک دی جاتی تھی قانوناً بھی عملاً بھی۔ لیکن ہماری نمازوں کا انھیں کوئی خیال نہیں تھا، کوئی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ کسی کے لیے قانوناً ٹرین کو روکنا اور کسی کے لیے نہ روکنا، یہ فعل، قانون بنانے والے بندوں کا تھا، اس لیے مانع من جہۃ العباد تھا۔ آج آپ غور فرمائیں کہ کیا کسی کے کھانے، پینے کے لیے ٹرین روکنا قانونی ہے؟ کیا آج پرائم منسٹر اور صدر جمہوریہ کے کھانے پینے کے لیے قانوناً ٹرین روکی جاتی ہے؟ نہیں۔ اب قانون یکساں ہے۔ کسی کے کھانے کے لیے -یا- کسی شخص کی ضرورت کے لیے ٹرین روکی نہیں جاتی ہے۔ ٹرین کے رکنے کی جگہیں متعیّن ہیں، رکنے کے اصول متعیّن ہیں۔ انھیں جگہوں میں انھیں اصول کے مطابق ٹرینیں روکی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں سفر کرنے والوں کے اعتبار سے تفریق کی جاتی تھی کیوں کہ انگریزوں کے لیے روکی جاتی تھیں اور ہمارے لیے نہیں۔ مگر آج تفریق نہیں کی جاتی ہے۔ آج کسی کے لیے ٹرینیں نہیں روکی جاتی ہیں۔ اس لیے اب مانع مِن جهة العباد نہیں رہا۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ مانع من جہۃ العباد نہ ہو تو نماز لوٹائی نہیں جائے گی اور مانع مِن جهة العباد ہو تو نماز لوٹائی جائے گی۔ اس کی ایک مثال زمانۂ ماضی میں ذہاب قافلہ ہے، قافلہ والوں کا نہ رکنا ہے۔ اس زمانہ میں لوگ قافلہ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ اکیلے اکیلے سفر کا سوال ہی نہیں تھا، ایک آدمی تنہا سفر پر جا ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ تمام حضرات نے پڑھا ہے اور سنا ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعلیم کے حصول کے لیے

قافلہ کے ساتھ جا رہے تھے پھر بھی قافلے کو لوٹ لیا گیا تھا۔ جب پُرانے زمانوں میں قافلے لوٹ لیے جاتے تھے، تو تنہا کوئی کیسے سفر کر سکتا تھا۔ ان زمانوں میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ قافلہ چلا جا رہا ہو تو چلتی سواری اونٹ، گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا ہو جائے گی۔ منزل پر پہنچ کر اُن نمازوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اگر قافلہ شوافع کا ہے تو ان کے ہاں سفر کی حالت میں جمع بین الصلوٰتین صورتاً و معنیً دونوں طرح جائز ہے۔ اب اگر ظہر کا وقت ہو گیا ہے اور ان حضرات نے ظہر کے ہی وقت میں عصر کی نماز بھی پڑھ لی ہے اور قافلہ چلا، تو احناف کے یہاں اجازت ہے کہ وہ عصر کی نماز اپنی سواری پر پڑھ لیں، اگر چہ سواری چل رہی ہو؛ کیوں کہ یہ عذر ہے۔ اس لیے کہ اگر سواری سے اتر کے نماز پڑھے گا تو قافلہ آگے بڑھ جائے گا، اس کی جان و مال عزت و آبرو کو خطرہ ہو گا۔ اس خوف کی وجہ سے اس کو اجازت ہے کہ وہ چلتی سواری پر نماز پڑھ لے۔ ان زمانوں میں اونٹ اور گھوڑے کے ذریعہ سفر کیا جاتا تھا تو ذہاب قافلہ کے خوف یعنی، قافلہ چلے جانے کے خوف کی وجہ سے چلتے اونٹ، چلتے گھوڑے پر نماز ادا ہو جاتی تھی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ آج ٹرین کے ذریعہ قافلہ جا رہا ہے لوگ سفر کر رہے ہیں۔ اگر ہم نماز کے وقت ٹرین سے اتر جائیں تو کیا ہمیں قافلہ مل جائے گا؟ کیا ہماری جان مال، عزت و آبرو کو خطرہ نہیں ہو گا؟ جو خوف ان زمانوں میں تھا وہی خوف آج بھی ہے۔ تو جس خوف کو ان زمانوں میں مانع مِن جہۃ اللہ قرار دیا گیا اور اس کی بنیاد پر نماز کو چلتی سواری پر جائز قرار دیا گیا۔ وہی خوف آج بھی ہے تو کیا اسے مانع من جہۃ اللہ نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی بنیاد پر چلتی ٹرین پر نماز کو جائز نہیں قرار دیا جائے گا؟ یقیناً جس طرح ان زمانوں میں چلتے اونٹ، چلتے گھوڑے کی پیٹھ پر نماز ادا ہو جاتی تھی۔ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آج بھی چلتی ٹرین پر نماز ادا ہو جائے گی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہاں بھی خوف تھا جس کو من جہۃ اللہ قرار دیا گیا تھا، یہاں بھی خوف ہے، جس کو من جہۃ اللہ قرار دیا جائے گا۔ بلکہ یہاں بدرجۂ اولیٰ ہو گا۔ بدرجۂ اولیٰ

میں نے اس لیے کہا کہ قافلہ کے لوگ اونٹ روک سکتے تھے، ان پر قانوناً کوئی پابندی نہیں تھی، ان کی کوئی قانونی مجبوری نہیں تھی، ان کا یہ دستور تھا کہ اپنی منزل پر جاکر روکیں گے، اس سے پہلے نہیں روکیں گے۔ اور آج ڈرائیور کے لیے، گارڈ کے لیے قانونی مجبوری ہے کہ وہ آپ کی نماز کے لیے گاڑی روک دے تو نوکری بھی جائے گی، جیل بھی جانا ہوگا۔ ڈرائیور اور گارڈ مسلمان ہوں تو مسلمان کی ذلت و بے آبروئی بھی ہوگی جسے شریعت گوارا نہیں کرتی ہے۔ اس لیے یہاں زیادہ خوف ہے وہاں اتنا خوف نہیں تھا۔ تو جب وہاں اجازت تھی تو یہاں تو بدرجۂ اولیٰ اجازت ہوگی۔

ایک شبہہ کا جواب: یہاں کچھ لوگ یہ شبہہ پیش کرتے ہیں کہ ڈرائیور کے اختیار میں ہے کہ جہاں چاہے، گاڑی روک دے۔ بلا شبہہ ڈرائیور کو یہ اختیار ہے مگر یہ اختیار، اختیارِ حسّی ہے اختیارِ شرعی نہیں، یعنی وہ انجن بند کر دے تو گاڑی رک جائے گی تو یہ اختیار حسّی ہوا اختیار شرعی نہیں، شرعاً ڈرائیور مسلمان بھی ہو تو اس کے لیے روکنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ گاڑی روکنے کے نتیجہ میں اسے جیل بھی جانا ہوگا، بے عزتی بھی ہوگی اور نوکری بھی جائے گی اور اسلام میں مسلمان کی عزت و آبرو کا بڑا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے شرعاً اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ اختیارِ حسی تو قافلہ کو بھی تھا کہ وہ جہاں چاہتے اونٹ اور گھوڑے روک لیتے۔ ایسا نہیں کہ وہ اونٹ اور گھوڑے روکنا چاہتے پھر بھی روک نہیں پاتے مگر وہاں نہ روکنے کے باوجود چلتے اونٹ اور چلتے گھوڑے پر نماز ادا ہوجاتی تھی تو یہاں چلتی ٹرین پر بدرجہ اولیٰ نماز ہوجائے گی۔ اب اگر اس کو کوئی سمجھے کہ یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہو گیا۔ تو یہ اس کی سمجھ کی بات ہے، شریعت کی نہیں۔

ایک دل چسپ سوال و جواب: پندرہ، بیس دن پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب نے فون پر مجھ سے کہا کہ آپ لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے فتوے کو بدل دیا، فتاویٰ رضویہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ تو میں نے ہنستے ہوئے اُن سے کہا کہ جناب والا! اگر علت کے ختم

ہو جانے سے حکم کے ختم ماننے کا نام اعلیٰ حضرت کے فتوے کو بدل دینا اور فتاویٰ رضویہ کے خلاف فتویٰ دینا ہے تو ہم لوگوں پر تو اعلیٰ حضرت ہی کے فتوے کو بدل دینے اور فتاویٰ رضویہ ہی کے خلاف فتویٰ دینے کا الزام ہوگا۔ مگر صحابۂ کرام پر تو اللہ تعالیٰ کے فتوے کو بدل دینے اور قرآن کے خلاف فتویٰ دینے کا الزام آئے گا۔ اور یاد رکھیے کہ یہ الزام ہم لوگ نہیں، آپ دے رہے ہیں۔ تو گھبرا گئے اور پوچھا کہ کیسے؟ میں نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زکوٰۃ کے مصارف آٹھ بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک «مؤلفۃ القلوب» بھی ہے مگر مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے کی جو علت، جو وجہ تھی اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے صحابۂ کرام نے اجماع کر لیا کہ اب مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی؛ کیوں کہ ان کو زکوٰۃ دینے کی جو علت تھی اب وہ علت ختم ہو گئی، تو علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو گیا۔ جس طرح وہاں علت کے ارتفاع سے صحابۂ کرام نے حکم مرتفع سمجھا۔ اسی طرح سے ہم لوگوں نے یہاں علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع سمجھا۔ اسی کو اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے خلاف فتویٰ دے دیا تو پہلے یہ کہیے کہ صحابۂ کرام نے معاذاللہ! اللہ تعالیٰ کے فتوے کے خلاف فتویٰ دے دیا۔

حضرات! جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ صرف عام مسلمانوں کو جو مسئلہ و مسائل کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اعلیٰ حضرت کا نام لے کر بھڑکانا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس دلائل کی قوت تو ہے نہیں، اسی لیے اعلیٰ حضرت کے نام کا سہارا لیتے ہیں۔

آج چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی کے مسئلہ میں جس کے پاس دلائل کی قوت نہیں ہے، وہ اعلیٰ حضرت اور فتاویٰ رضویہ کا نام صرف اس لیے استعمال کر رہا ہے کہ اس کے پاس دلائل کی قوت ہے نہیں۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے خطرے کی بات اس لیے کر رہا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں۔ ورنہ مسئلہ پورا واضح ہے کوئی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت ہرگز خطرے میں نہیں ہے۔ ہاں! اس کی اپنی علمی شخصیت اور ذات خطرے میں ہے۔ ☆☆☆

چلتی ٹرین میں نماز کی اجازت، کیوں اور کیسے؟

خطبہ:
محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا و ناظمِ مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور
بموقع:
ثبوت ہلال سمپوزیم (وغیرہ) درگاہ معلی اجمیر شریف، منعقدہ ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۳ء چہار شنبہ

الحمد لله ربّ العالمين والصَّلاةُ والسَّلامُ علىٰ حَبِيْبِهِ سيد المرسلين
و علىٰ اٰله و صحبه اجمعين. اما بعد!
فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم.
بسم الله الرحمٰن الرحيم
فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (۲۳۹، البقرة ۲)
صدق الله العظيم وبلّغنا رسوله النبي الامين الكريم. ونحنُ علىٰ ذٰلك لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ.

ارشادِ باری ہے:
اگر تمھیں خوف ہو تو پیدل یا سوار جس طرح ہو سکے نماز پڑھو۔
صحیح بخاری شریف اور موطا امام محمد میں اس مضمون کی احادیث بھی ہیں جو حکماً مرفوع ہیں اور کتبِ مذہب میں بھی اس طرح کی تصریحات موجود ہیں، جو آج کے حالات میں مشعلِ راہ ہیں مگر اس وقت ہم ان تفصیلات میں نہیں جائیں گے، ابھی ہمارا روے سخن صرف اس طرف ہے کہ —

"کیا فقہاے محققین نے اجماع شرعی کی مخالفت کی ہے؟"

جیسا کہ اس وقت کچھ علاقوں میں یہ افواہ پھیلائی گئی ہے اور سچائی یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں۔ «فقہاے محققین» اور «اجماع شرعی» کی مخالفت۔ یہ ناممکن ہے۔ جس مسئلے میں اجماع مسلمین ہو اس پر نہ سیمینار کرنے کی حاجت، نہ کسی کو اس کی اجازت۔ سچی بات یہ ہے کہ «چلتی ٹرین میں نماز صحیح ہے یا نہیں» یہ مسئلہ نہ کبھی اجماعی تھا، نہ ہو سکتا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں یہاں دو دلیلیں پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: آپ لوگ کتابیں پڑھ لیجیے خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم، رسالہ المنیٰ والدرر میں واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ دو صدی کے بعد اجماع شرعی کے ادراک و عرفان کی کوئی راہ نہیں رہی۔ وقال الامام احمد بن حنبل: من ادّعی الإجماع علیٰ امر فھو کاذب"۔ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی کسی امر دینی پر اجماع کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے۔ یہ فتاویٰ رضویہ جلد ۸ مطبع سنی دارالاشاعت مبارک پور، رسالہ المُنیٰ والدُّرر، اور فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰/ رضا اکیڈمی و جلد ۱۱، ناشر: ادارۂ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا، بریلی شریف میں مذکور ہے۔[1]

(۱)- فتاویٰ رضویہ کی اصل عبارت یہ ہے:

"سبحان اللہ! اجماع شرعی: جس میں «اتفاقِ مجتہدین» پر نظر تھی، علما نے تصریح فرمائی کہ بوجہِ شیوع و انتشارِ علما فی البلاد (شہروں میں علما کی کثرت اور ان کے پھیل جانے کی وجہ سے) دو صدی کے بعد اُس کے اِدراک (وعلم) کی کوئی راہ نہ رہی۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

"قال الإمام أحمدُ: مَنِ ادّعی الإجماعَ عَلیٰ اَمرٍ فھو کاذبٌ. والجوابُ أنّهٗ محمولٌ عَلیٰ حدوثِہٖ الاٰن، فإنّ کثرَۃَ العلماء والتَّفرُّق في البلاد الغیر المعروفین مُرِیْبٌ في نقل اتفاقھم."

[امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو کسی امرِ دینی پر اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ (سوال یہ ہے کہ کثیر مسائل پر پہلی، دوسری صدی میں اجماع ہو چکا تو اُن مسائل میں اجماع کا دعویٰ جھوٹا کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اس کا) جواب یہ ہے کہ امام موصوف کا یہ ارشاد اب نئے اجماع کے ظہور پر محمول ہے۔ اس لیے کہ اب علما کی

جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ صاف صاف فرمارہے ہیں کہ دو صدی کے بعد اجماعِ شرعی کے ادراک (وعلم) کی کوئی راہ نہیں رہی اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے ہیں کہ اب اگر کوئی دعویٰ کرے کہ کسی امر دینی پر اجماع منعقد ہو چکا ہے تو وہ جھوٹا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ اجماعی نہیں ہے، یہ تو چودھویں صدی کا مسئلہ ہے جو دو صدی کے بہت بعد کا زمانہ ہے، یہ بات ہم نہیں کہہ رہے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہی ہے، اور ایک ایسے محققِ یگانہ نے کہی ہے جن کے بارے میں ہمارے علماے اہل سنت کا اتفاق ہے کہ ان سے تحقیق میں کبھی خطا نہیں ہوئی، یعنی

تعداد کثیر ہو گئی، ساتھ ہی وہ دور دراز شہروں میں منتشر اور نامعلوم ہیں۔ اس وجہ سے کسی نئے مسئلے میں ایک حکم پر ان تمام علماے عصر کے اتفاق کی بات مشکوک ہے۔]

نیز فواتح الرحموت میں ہے:

تحقیق المقام: انّ فی القرون الثلٰثة —لا سیما القرن الأوّل : قرن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم — کان المجتهدون معلومین بأسمائهم و أعیانهم و أمکنتهم ، خصوصًا بعد وفاةِ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و اٰله و اصحابه وسلم زماناً قلیلاً ویُمکن معرفة أقوالهم و أحوالهم للجادِّ فِی الطَّلب. نعم ، لا یمکن معرفة الإجماع ولا النقل الاٰن لتفرّقِ العلماء شرقاً و غرباً ولا یحیط بِهم علمُ احدٍ اھ ملخصًا.

[تحقیق مقام: یہ ہے کہ پہلی تین صدیوں میں بالخصوص پہلی صدی «قرنِ صحابہ» میں مجتہدین کے نام، ان کی شخصیات اور پتے سب معلوم تھے، خاص کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد تک سارے مجتہدین کے نام، پتے وغیرہ کے ساتھ معلوم تھے اور ایک محقق کے لیے ان کے اقوال و احوال کی معرفت ممکن تھی۔

ہاں اب اجماع کا علم اور نقلِ اجماع ممکن نہ رہا، کیوں کہ علما مشرق و مغرب میں پھیل گئے ہیں اور ان سب کے اقوال واحوال کا علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔]

جب صرف مجتہدین کا اتفاق معلوم نہیں ہو سکتا تو عرف و تعامل جس میں علما اور جہلا سب کا عمل در آمد ملحوظ ہے، اس میں اتفاقِ کُل کیا معنیٰ، اتفاق اکثر کا علم بھی محال و ناممکن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد:۸ ص:۲۱۰، رسالہ المنی والدرر، سنی دار الاشاعت، ص:۲۵،۲۶، ج:۱۰، رضا اکیڈمی)

بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انہوں نے اپنی کتاب «فواتح الرحموت» میں صرف یہی نہیں لکھا، اس کے سوا اور بھی بہت کچھ لکھا ہے، آپ لوگ اس کو «فواتح الرحموت بحث اجماع» میں دیکھ سکتے ہیں۔

دوسری دلیل اجماع نہ ہونے کی یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ہم عصر ہیں فاضل اجلّ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ، جو اپنے وقت کے بہت بڑے محدث بھی تھے اور بہت بڑے فقیہ بھی۔ ان کی فقاہت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ وہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت کے استاذ جلیل الشان تھے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ انہیں الاَسَد الاَشدُّ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے، یعنی بہت مضبوط شیر جو حق کے دفاع کے لیے سینہ سپر رہے۔ انہوں نے منیة المصلی کی شرح لکھی ہے التعلیق المجلی اس شرح میں انہوں نے چلتی ٹرین میں نماز کے بارے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس موضوع پر بہت سے رسالے اور فتاویٰ لکھے گئے۔ بعض علما کا موقف جواز کا ہے، یعنی چلتی ٹرین پر نماز صحیح ہے۔ اور وہ خود اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاَحوطُ اَن لا یُصَلِّی فیه صَلَاۃً عِندَ مَسِیْرِہ.

زیادہ احتیاط یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز نہ پڑھے، یعنی «احوط نماز سے ممانعت»۔

ایک ہے «ممانعت» اور ایک ہے «احتیاط ممانعت» اور ایک ہے «احوط ممانعت»، یعنی زیادہ احتیاط ممنوع ہونے میں ہے، یہ تقویٰ کی بڑی اونچی منزل ہے۔ آپ فتاویٰ رضویہ پڑھ لیجیے، اس میں بہت سے مقامات پر اس طرح کی عبارت ملے گی اور میری نگاہ میں ایسے مقام پر جہاں «احوط» کا لفظ بولا گیا ہے، وہاں اس سے مراد «جائز، خلاف اولیٰ» ہے۔ ایک دو مثالیں آپ بھی سنیے:

فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں یہ سوال ہے:

"اگر کتا کنویں میں گر پڑے اور اس کے منہ کے پانی میں داخل ہونے کا ثبوت نہیں ملتا، پانی کا کیا حکم ہے ؟"

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کل پانی نکالیں کہ بہت مشایخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے (یعنی پورا بدن ناپاک) مگر صحیح و معتمد یہ کہ اس کا حکم باقی سباع (درندوں) کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے، تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا، صرف بیس ڈول تطییبِ قلب کے لیے کافی ہیں۔" (۱)

دیکھیے: یہاں «کُل پانی نکالنا» احوَط ہے، تو اس کا مفہومِ مخالف کُل پانی نہ نکالنا «جائز، خلافِ اولیٰ» ہے کہ رعایتِ خلاف بالاجماع مندوب و اَولیٰ ہے۔ «احوط منع» کا اطلاق خلافِ اولیٰ پر ہوتا ہے، اس کی ایک مثال سفر میں «جمع بین الصلاتین» کی بحث میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد ہے:

"اگر بالفرض «براہینِ منع و اَدِلّۂ جمع» کانٹے کی تول برابر ہی سہی، تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے۔ اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے، جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں، بلکہ بالاتفاق اس کا ترک ہی افضل ہے۔" اھ (۲)

یعنی اگر فرض کر لیا جائے کہ سفر میں ایک ہی وقت میں ظہر اور عصر پڑھنے، نیز مغرب و عشا پڑھنے کا جواز دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ ایک وقت میں ان نمازوں کے پڑھنے کی ممانعت دلائل سے ثابت ہے، پھر جواز والے دلائل، ممانعت والے دلائل کی

(۱)- فتاویٰ رضویہ ، ص:۲۰، ج:۲، کتاب الطهارة، آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت ،راجستھان

(۲)- فتاویٰ رضویہ ، ص:۴۱۳، ج:۲، کتاب الصلاة، آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت راجستھان

طرح قوت میں برابر ہوں اور کانٹے کی تول کی طرح دونوں قوت میں یکساں ہوں پھر بھی «زیادہ احتیاط» یہ ہے کہ ایک وقت میں دو وقتوں کی نماز پڑھنے کو ممنوع قرار دیا جائے۔ اس تقدیر پر اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ «جمع بین الصلاتین» جائز، خلافِ اولیٰ ہے، اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا «کہ بالاتفاق اس کا ترک ہی افضل ہے»۔

تو اسی طرح محدثِ جلیل وفقیہِ نبیل حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِس ارشاد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ: ''احوط یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز نہ پڑھے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز، خلافِ اولیٰ ہے۔

آپ نے ممانعت کو احوط کیوں لکھا ہے؟ اس کے تعلق سے خود ہی لکھتے ہیں کہ: میں نے سو بار سے زیادہ چلتی ٹرین پر سفر کیا ہے، دن دن بھر سفر کیا ہے اور رات رات بھر سفر کیا ہے، میرا معمول یہ رہا ہے کہ ایک اسٹیشن پہ اتر کر وضو کر لیتا اور دوسرے اسٹیشن پر اتر کر خوب اچھی طرح نماز ادا کر لیتا۔ سو مرتبہ سے زیادہ کے سفر میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ریل سے باہر نکل کر پلیٹ فارم پر اچھی طرح نماز نہ ادا کر سکوں۔ آپ کے اصل کلمات التعلیق المجلّٰی میں اس طرح ہیں:

''وَالاَحوَطُ أن لَا يُصَلِّي فيه صلاةً عند مَسِيْرِهِ ولا يتيّمم فيه لها، فإن له وقفاتٍ تَسع لأداء الصلاة بأحْسَنِ وَجْهٍ وقلّما لا يوجدُ الماء فِي وقفةٍ منها. وإنّي ركبتُ فيه مايزيد علىٰ مائةِ مرة طول الليل وكمال النّهار فكلّما حانَ الصلاة نزلت عنه عند وقفة فتوضّأت فيها ثم ركبتُ ونزلت عند وقفة اخرى فصليتُ فيها وما اتفق لى مرةً ان لم اقدر علَى الصَّلاةِ خارجه أو لم اجدِ الماء فالاَشْبَهُ عدمُ جوازِ الصَّلَاةِ عند مسيرهِ. اهـ[1]

---

(۱)- التعليق المجلّى لِمَا في منية المصلى ، ص:٢٥٤، مسائل الفريضة الثانية، أى القيام، مجلس البركات، مبارك فور

زیادہ احتیاط یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز نہ پڑھے، نہ نماز کے لیے تیمم کرے، کیوں کہ اسٹیشنوں پر ٹرین کے ٹھہرنے کا وقفہ اتنا ہوتا ہے جس میں خوب اچھی طرح نماز ادا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی اسٹیشن پر پانی نہ ملے۔ میں نے تو سو بار سے زیادہ رات رات بھر اور دن دن بھر ٹرین سے سفر کیے ہیں اور اس دوران جب بھی نماز کا وقت آیا ایک اسٹیشن پر اتر کر وضو کر لیا اور ٹرین میں سوار ہو گیا، پھر دوسرے اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھ لی، اور کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ ٹرین سے باہر نماز نہ پڑھ سکوں، یا پانی نہ پاؤں، لہٰذا حق سے زیادہ مشابہ بات یہ ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین میں نماز ناجائز ہے۔ (التعلیق المجلی)

جب اتنی آسانی ہے کہ ہم ریل سے نکل کر پلیٹ فارم پر خوب اچھی طرح ہر سفر میں برابر خوب اچھی طرح نماز پڑھ لیتے ہیں تو ایسی صورت میں ہم کیسے کہہ دیں کہ مطلقا نماز جائز ہے۔ حضرات: اگر اس بارے میں اختلافِ علما نہ ہوتا تو اتنی آسانی کے پیش نظر سیدھے سیدھے کہہ دیتے کہ نماز ناجائز ہے، مگر ان کی نگاہیں بہت کچھ دیکھ رہی تھیں، وہ بہت بڑے فقیہِ بصیر تھے، کہ فقہا کے درمیان جواز و عدمِ جواز میں اختلاف ہو جائے تو رعایتِ خلاف بالاجماع مندوب ہوتی ہے اس لیے انہوں نے فرمایا کہ احوط ممانعت ہے، اور یہ احوط بھی جواز ہی کی طرح ہے۔

حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی — جن کے بارے میں كفل الفقيه الفاهم میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے لکھا ہے: "مَن يعد من الأعيان و يُشار إليه با لبنان " عمائد سے شمار کیے جاتے ہیں اور ان کی طرف (ان کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے) انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے — نے عمدة الرعاية حاشيه شرح وقايه میں لکھا ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز جائز ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے اصل کلمات یہ ہیں:

"وهذا هو الحكمُ في الصَّلاة على المركب الدُّخانى الجاري في بلادنا ، فإنّ الصَّلاة فيه جائزةٌ سائرًا كان أو ساكنًا ، لأنه

کالسریر، لکن لا یترك القیامُ إلّا بعذر.'' اھ[۱]

ہمارے بلاد میں چلنے والی سواری ((ریل)) میں نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو، بہر حال اس میں نماز جائز اور صحیح ہے، کیوں کہ وہ تخت کی طرح ہے، ہاں بلا عذر قیام کو نہ چھوڑا جائے۔

حضرت مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوازِ نماز کے ایک فتوے کی تصدیق بھی کی ہے۔ آپ کے ((مجموعۃُ الفتاویٰ)) میں یہ فتویٰ مع تصدیق چھپا ہوا ہے، تصدیق کا متن آپ کے مجموعۃُ الفتاویٰ میں یوں ہے:

ھو الموفق شکے نیست درین کہ نماز خواہ فرض باشد یا غیر آن در ریل گاڑی خواہ متحرک باشد یا ساکن جائز است۔ واَعذار مذکورۂ سوال مؤکِّد جواز ہستند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرَّرہٗ - ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ.

ترجمہ: ھو الموفِّق. اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ نماز فرض و واجب وغیرہ چلتی ہوئی اور ٹھہری ریل گاڑی میں جائز ہیں اور سوال میں ذکر کیے گئے اَعذار سے جواز کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرَّرہ- ابوالحسنات محمدعبد الحی عفا اللہ عنہ[۲]

فقیہِ اعظم پاکستان حضرت مولانا نور اللہ نعیمی، بصیر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ((فتاویٰ نوریہ)) میں چلتی ٹرین میں نماز کے جواز کے تعلق سے متعدّد فتاویٰ رقم کیے ہیں ان میں بعض بہت مدلل ہیں۔ مثال کے طور پر ایک فتوے کے چند اقتباسات سماعت فرمائیں، آپ لکھتے ہیں:

---

(۱)- عمدة الرعاية حاشيه شرح الوقاية، ج:۱، ص:۲۲۹، مجلس البركات، مبارك فور

(۲)-مجموعةُ الفتاویٰ برحاشيه خلاصةُ الفتاویٰ، ص:۹۷، ۹۸، ج:۱، كتاب الصلاة، مكتبه حبيبيه

☆"چلتی ریل گاڑی, چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں، بلکہ ہوا و بھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودیکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی، جس پر بلا واسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے، مگر پھر بھی اس میں نمازِ فرض بھی جائز ہے۔ بحکمِ احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ، مستدرک و سننِ بیہقی و دار قطنی وغیرہا اور یہی متون و شروح و حواشی اور فتاوے فقہیہ سے ثابت ہے۔

☆کشتیِ رواں میں جوازِ نماز کی تعلیل فقہاے کرام نے یہ فرمائی کہ "کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں تو منافیِ نماز نہیں، بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔" بدائع الصنائع، ص:۱۰۹، ج:۱، تبیین الحقائق، ص:۲۰۳، ج:۱، خلاصة الفتاویٰ، ص:۱۹٤، ج:۱

تو امس و شمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ کشتی "کشتی سوار" کے لیے بمنزلہ زمین اور کمرے کی طرح ہے، اس کا چلنا مکان اور سوار کے تبدّل کا موجب نہیں تو چلتی ریل، ریل سوار کے لیے بھی بمنزلۂ زمین اور کمرے کی طرح ہوگی، بلکہ ریل میں تو پانی جیسا کوئی حائل بھی نہیں، جس پر براہِ راست قیام و سجدہ وغیرہ نہ ہو سکے، بلکہ ایسی ٹھوس پٹری پر چلتی ہے جو تَسفُّلِ جبهه کی وجہ سے متصور ہی نہیں ہو سکتی بلکہ فقہاے کرام نے بالتّنصیص ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو، جوازِ نمازِ فرائض کی تصریح فرما دی، فتاواے فقیه النفس امام قاضی خان، ص:۸۲، فتح القدیر، ص:٤٠٤، ج:۱، تبیین الحقائق، ص:۱۷۷، ج:۱، بحر الرائق، ص:٦٥، ج:۲، هندیه، ص:٧٤، ج:۱، تنویر الابصار، شامی ص:٦٥٧، ج:۱ میں بکلماتِ متقاربہ ہے۔

☆اور چلتی گاڑی میں جوازِ نماز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر مسافر کو اترنے میں جان کا یا بیمار ہونے کا یا بیماری بڑھنے کا یا درندہ یا دشمن کا خطرہ ہو یا اتنا کمزور ہے کہ بغیر امداد کے اتر نہیں سکتا، یا سوار نہیں ہو سکتا یا سخت بوڑھا یا مریض ہے، یا سامان چوری ہونے کا، یا گاڑی

چلنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورتوں میں ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔ فتاویٰ عالمگیری، ص:٧٤، ج:١، کبیری، ص:٢٦٩، ٢٧٠، بحر الرائق ص:٦٤، ٦٥، ج:٢، فتح القدیر ص:٤٠٣، ج:١، خلاصة الفتاویٰ، ص:١٩٣، ج:١، فتاویٰ قاضی خان، ص:٨٢.

اور جب جانور یا اس کی اٹھائی ہوئی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہوئی تو ریل گاڑی پر بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی۔ وذا اَجلیٰ مِن أن یجلیٰ."[1]

اس طرح اس بے مایہ کی محدود معلومات کے مطابق چلتی ٹرین میں نماز کی صحت وعدمِ صحت کے تعلق سے علما کے تین موقف ہوئے:

(۱) عدم جواز، جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا۔ اور یہی کثیر علما کا موقف ہے۔

(۲) جواز وصحت، جسے حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور دوسرے متعدّد علما نے اختیار فرمایا۔

(۳) احوَط یہ کہ نہ پڑھیں، اس کا حاصل «جواز، خلافِ اولیٰ» ہے، جیسا کہ حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار فرمایا۔

اجماع نام ہے "کسی امرِ دینی پر ایک عصر کے تمام فقہا کے اتفاق" کا اور یہ معلوم نہیں کہ چودھویں صدی کی دوسری، تیسری دہائی میں کتنے فقہاے عالَم جواز کے قائل تھے اور کتنے عدم جواز کے، مجھے صرف لکھنؤ، پیلی بھیت، بریلی کا حال معلوم ہو سکا جو آپ نے بھی سنا۔

کسی مسئلے میں ایک فقیہ کا اختلاف ہو جائے تو اجماع منعقد نہیں ہوتا تو جہاں کئی

(۱)-اقتباسات فتاویٰ نوریہ، جلداول،ص:١٢٦، ١٢٧، ١٢٨، انجمن حزب الرحمٰن، ساھیوال

ایک ہم عصر فقہا اختلاف کر رہے ہیں، اجماع کیسے منعقد ہو سکتا ہے؟

یہاں ذرا اس حیثیت سے بھی غور فرمائیے کہ کیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے عصر میں یہ فقہی اختلاف ان فقہائے کرام کے قلوب میں اختلاف کا سبب بنا، ان کے عقیدت مندوں نے دوسرے فقیہ کے لیے توہین آمیز کلمات کہے؟؟ آپ تحقیق کر لیجیے، سینے وسفینے دونوں اس سے خالی ملیں گے۔

حضرت محدث سورتی اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ کے درمیان بڑے گہرے تعلقات تھے، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جیسے وسیع الاطلاع فقیہ کو حضرت محدث سورتی اور دوسرے فقہاے عصر کے موقف کا حال معلوم تھا، پھر بھی آپ نے کسی پر نکیر یا طنز و تعریض نہیں کیا۔ یہاں تک کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم، ص: ۴۴،۴۵ کے جس تفصیلی فتوے کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے اس کے سوال کا تعلق ایک دیوبندی مولوی کی کتاب اور فتوے سے ہے، پھر بھی آپ نے اس دیوبندی مولوی یا اس کے فتوے پر کسی حیثیت سے کچھ طنز و تعریض نہیں کیا ہے، صرف نفسِ مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ جانتے تھے کہ اس بارے میں ہمارے کچھ فقہاے اہل سنت جواز کی طرف گئے ہیں، ہم اگر اس پر طنز و تعریض کرتے ہیں تو وہ طنز و تعریض ہمارے فقہاے اہل سنت پر ہو جائے گی۔ اس لیے یہاں اعلیٰ حضرت کا قلم بے پناہ محتاط رہا ہے، اور آپ نے طنز و تعریض نہیں کیا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے والوں کو بھی چاہیے کہ اسی طرح کسی عالمِ اہل سنت کو طنز و تعریض کا نشانہ نہ بنائیں، یہی سچی پیروی ہے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی۔ اُس زمانے میں ہمارے علما نے اپنی اپنی تحقیق پر عمل کیا اور فتوے دیے، آج بھی علما اپنی اپنی تحقیق پر عمل کر سکتے ہیں اور فتوے بھی جاری کر سکتے ہیں۔ مسئلہ اصولی حیثیت سے نہ اجماعی تھا، نہ ہے بلکہ خالص ایک نوپید فرعی فقہی مسئلہ ہے جس میں فقہاے محققین کے درمیان شرعاً اختلاف کی گنجائش ہے، اور ایسے مسائل

میں اختلاف زحمت نہیں، رحمت ہے۔

مجلس شرعی پابند ہے کہ فتاویٰ رضویہ کے مطابق ہی اپنے فیصلے صادر کرے، یہ ہمارے دستور میں مُصرّح ہے۔ ہمارا ایک فیصلہ بھی ایسا نہیں جو فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہو، سمجھ کا فرق ہو سکتا ہے مگر اختلاف نہیں ہو سکتا۔ خود ٹرین کے مسئلے میں بھی فتاویٰ رضویہ کا اتباع ہے، فتاویٰ رضویہ سے ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں ہے۔

فتاوی رضویہ میں کیا ہے؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ لکھتے ہیں کہ ”انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکی جاتی ہے، نماز کے لیے نہیں تو منع من جهة العباد ہوا، لہذا وقت جاتا دیکھے تو نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرلے۔“ یہ جو حکم دیا کہ نماز پڑھ لے بعد میں اعادہ کرے، کیوں؟ اس لیے کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکی جاتی تھی اور نماز کے لیے نہیں، یہ بنیاد ہے۔ اورآج کا حال یہ ہے کہ نہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکی جاتی ہے نہ کسی وزیر وغیرہ کے کھانے کے لیے روکی جاتی ہے، جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی ہے، جس بنیاد پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ حکم دیا تھا کہ نماز پڑھ کر بعد میں دُہرالیں وہ بنیاد ہی بدل گئی، جب بنیاد بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا، مجلس شرعی نے حکم نہیں بدلا ہے اور مجلس شرعی کوئی نیا حکم نہیں لائی ہے بلکہ بدلے ہوئے حکم کا اظہار کیا ہے۔ مہربانو!

ساغر نہ نیا اور نہ مے خانہ نیا ہے
ہاں آپ کا اندازِ کریمانہ نیا ہے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں خود لکھا ہے کہ ”چھ باتوں کی وجہ سے حکم شرعی بدل جاتا ہے، ضرورت، حاجت، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، فسادِ موجود یا مظنون بہ ظن غالب کا ازالہ“ یہاں پر عرف بدل گیا ہے اور تعامل بھی بدل گیا ہے۔

دو دو اسباب بدل گئے ہیں۔ پہلے عرف وتعامل یہ تھا کہ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرین روکی جاتی تھی اور اب عرف وتعامل یہ ہے کہ نہیں روکی جاتی ہے، نہ انگریزوں کے لیے نہ کسی اور کے لیے۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول رسالہ اجلی الإعلام میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ ضابطہ بیان کر دیا ہے تو مجلس شرعی نے فتاویٰ رضویہ کے اسی ضابطۂ کلیہ پر عمل کرتے ہوئے بنیاد کے بدل جانے کی وجہ سے یہ اعلان کیا ہے کہ حکم بدل چکا ہے مجلس شرعی نے حکم بدلا نہیں ہے، جو حکم بدل چکا ہے اس کا اظہار کیا ہے۔

مفہومِ مخالف سے استدلال

فقہی اصطلاح کے لحاظ سے اس کو مفہوم مخالف سے استدلال کہتے ہیں۔ یہاں پر کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ۔☆ ایک تو یہ کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین نہ روکی جاتی جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی تو پھر اس کا صاف صاف یہ حکم ہو جاتا کہ نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ☆اور اگر دونوں کے لیے ٹرین روکی جاتی تو کوئی مسئلہ نہیں تھا☆ مگر ہوا یہ کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے روکی جاتی ہے نماز کے لیے نہیں، اس لیے نماز دُہرانی پڑے گی۔ اس کا مفہومِ مخالف کیا ہوا؟ اس کا مفہومِ مخالف یہ ہوا کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین نہ روکی جائے جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی ہے تو نماز دہرانے کی حاجت نہیں رہے گی۔ اور آج حالات نے پلٹا کھایا تو وہی صورت پیدا ہوگئی کہ کسی کے کھانے کے لیے ٹرین نہیں روکی جاتی ہے جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کے مفہومِ مخالف سے ثابت ہوگیا کہ نماز صحیح ہے، دُہرانے کی حاجت نہیں۔

مفہوم مخالف جو صحابہ، تابعین اور فقہا کے کلام میں ہوتا ہے وہ حجت ہوتا

ہے۔ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم رسالہ حاجز البحرین میں صاف صاف یہ لکھا ہے کہ صحابۂ کرام اور ان کے بعد جو علما و فقہائے کرام ہیں ان کے قول میں مفہوم مخالف حجت ہے، دُرِ مختار، کتاب الطہارۃ میں ہے کہ فقہی روایات اور اقوالِ صحابہ میں مفہومِ مخالف بالاتفاق معتبر ہے اور شرح وقایہ میں ہے کہ اس بارے میں کسی کا معمولی اختلاف بھی نہیں، الفاظ یہ ہیں:

"ولا خلاف في أنّ التّخصيص بالذِّكر في الرّوايات يدلُّ علىٰ نفيِ الحكمِ عمّا عداه."اھ

اس بارے میں کسی کا معمولی اختلاف بھی نہیں کہ فقہی روایات میں «تخصیص بالذکر» [کسی قید یا وصف یا شرط کا ذکر] ماسوا سے حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔[1]

اور درِ مختار کی اصل عبارت یہ ہے:

"لأنّ مفاهيم الكتب حجّةٌ، بخلافِ أكثرِ مفاهيم النّصوص، كذا في النهر، و فيه من "الحدّ": المفهوم معتبرٌ في الرّوايات اتّفاقًاو منه أقوال الصَّحابة . اھ ."[2]

کتابوں کے مفہومِ مخالف حجت ہیں، اس کے بر خلاف نصوصِ کتاب و سنت کے اکثر مفاہیم حجت نہیں (یعنی ان کا منطوق حجت ہے، نہ کہ مفہومِ مخالف۔) ایسا ہی نہر میں ہے۔ نیز «نہر» کے ہی «باب الحد» میں ہے کہ مفہومِ مخالف فقہی روایات اور اقوالِ صحابہ میں بالاتفاق معتبر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اس پر عمل صحابہ کرام ہی کے قو

---

(۱)- شرح وقایه، ص:۱۵۱، ج:۲، باب المهر، مبحث المعجل، مجلس بركات، مبارك پور

(۲)-فوق رد المحتار، ص:۲۲۹، ۲۳۰، ج:۱، الطهارة

ل پر عمل ہو گا، فقہا اور علما ہی کے قول پر عمل ہو گا۔ کیوں کہ ہم انہی کے کلام سے استدلا ل کر رہے ہیں۔ صحابہ سے لے کر آج تک کے علما کے قول کے مفہوم مخالف سے استدلال حجت ہے اور ہمیشہ اسے صاحبِ قول کا اتباع ہی سمجھا گیا، اسے اختلاف یا انحراف کبھی نہیں سمجھا گیا۔ کسی صحابی، تابعی یا فقیہ سے یہ منقول نہیں کہ مفہومِ مخالف سے استدلال صاحبِ قول سے اختلاف یا انحراف ہے تو اس کی حیثیت اجماع کی ہوئی۔ مجلس شرعی نے عہد صحابہ سے اب تک کے چلے آرہے اسی اجماع نیز اپنے مذہب حنفی اور فتاویٰ رضویہ کی صراحت پر عمل کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اب اگر آج کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت یا مسلک اعلیٰ حضرت سے اختلاف ہے تو وہ اُس اجماع کی مخالفت کر رہا ہے جو عہد صحابہ سے چلا آرہا ہے۔ اپنے مذہب حنفی کی مخالفت کر رہا ہے، خود فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مخالفت کر رہا ہے۔

مجلس شرعی نے اجماع کی مخالفت نہیں کی، کیوں کہ اجماع تھا ہی نہیں کہ اس کی مخالفت ہو۔ ہاں! مفہومِ مخالف سے استدلال عہدِ صحابہ سے آج تک ہے اور قیامت تک رہے گا، اس کو کوئی اختلاف و انحراف کہتا ہے تو وہ اجماع کا مخالف ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور ہونا چاہیے اور انصاف کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں غور ہونا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا مفہومِ مخالف بھی حجت ہے، اور بہت سی جگہوں میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے ماننے والوں نے قرآن پاک کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے اور احادیث کے مفہوم مخالف سے بھی استدلال کیا ہے، اگر مفہومِ مخالف سے استدلال اختلاف ہو تو لازم آئے گا کہ امام محمد ابن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (معاذاللہ، ہزار بار معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا اور قرآن سے انحراف کیا۔ معاذ اللہ یہ بھی لازم آئے گا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنتِ

رسول اللہ سے اختلاف کیا اور رسول اللہ ﷺ سے انحراف کیا، کیا کوئی منصف یہ کہنے کی جرأت اپنی زبان میں پاتا ہے؟ نہیں پاتا ہے۔ تو پھر مفہومِ مخالف سے استدلال کرنے والوں پر آج یہ الزام کیوں کہ: "انہوں نے «خرقِ اجماعِ مسلمین» کیا، یہ ضلالت انجام ہے اور یہ جہالت ہے اور ایسا شخص سجدے میں گر کر توبہ کرے تو بھی اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی"، وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں کہی گئیں اور کہی جارہی ہیں۔ [توبہ تو کافر کی بھی مقبول ہوتی ہے، کیا کلامِ اعلیٰ حضرت کے مفہومِ مخالف سے استدلال کفر سے بھی بڑا جرم ہے؟ غور کیجیے! بات کہاں سے کہاں تک پہنچے گی؟] ایسے لوگوں کے پاس بس یہی دلیل ہے جاہل بنانا، گالی دینا، بُرا بھلا کہنا، مگر یہ دلیل کسی حکمِ شرعی کے ثبوت کے لیے اہلِ علم کی نگاہ میں کافی نہیں۔ ہم نے کچھ صوفی مزاج علما سے کہا کہ دس منٹ کے لیے باہم نزاعی مسائل پر گفتگو کا موقع فراہم کیا جائے اور فیصل فتاویٰ رضویہ ہو اور سنجیدہ، باوقار اور عالمانہ انداز میں گفتگو کی جائے، لیکن یہ موقع ابھی تک نہیں آیا کہ کوئی ایک بار فتاویٰ رضویہ لے کر بیٹھ جائے اور اس مسئلے پر گفتگو کرلے۔ ہم گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دے سکتے، ہمارے پاس یہ صلاحیت ہی نہیں ہے، ہم اپنے ایسے سارے بھائیوں اور مہربانوں کا جواب سلام کہہ کر دیتے ہیں کیوں کہ ایسے لوگوں کو ہمارے اکابر سلام کہہ کر ہی گزر جایا کرتے تھے، ہم بھی ان کو سلام کہہ کر ہی گزر جاتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں: "اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون"۔ اب تک ہم نے دعا ہی کی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کیا۔ ہمارے مہربانوں اور بزرگوں کو نہ تو بد دعا کرنی چاہیے، اور نہ ہی علمی بنیادوں سے ہٹ کر کوئی اور طریقہ و روش اختیار کرنی چاہیے۔ ہم نے جو کچھ کہا فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں کہا ہے۔ جیسے آج فتاویٰ رضویہ کے مفہومِ مخالف سے استدلال کرنے پر کہا جارہا ہے کہ یہ اختلاف ہے تو کیا کوئی صحابۂ کرام یا امامِ اعظم کے مفہومِ مخالف سے استدلال کرنے والوں کو کہہ سکتا

ہے کہ انھوں نے صحابۂ کرام سے اختلاف کیا، امام اعظم سے اختلاف کیا یا امام ابو یوسف سے اختلاف کیا ہے۔ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بہت سی جگہوں پر مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے۔ تو آج فقہ کی اس خوش گوار فضا میں ایسی بات کیوں پھیلائی جارہی ہے جو کبھی کانوں نے نہیں سنی اور پوری امت اس مسئلے سے ناآشنا ہے۔

حضراتِ گرامی! در حقیقت یہ اختلاف ہے ہی نہیں یہ تو سراپا اتباع ہے، اور اتباع کرنے والے سے کہا جائے کہ تم نے اختلاف کیا ہے۔ بڑی عجیب سی بات ہے۔

ساغر کو گھٹا، گل کو پیمانہ سمجھتے ہیں کچھ لوگ حقیقت کو افسانہ سمجھتے ہیں

اللہ انہیں توفیق خیر عطا فرمائے۔ ہم نے الحمدللہ اس کی توفیق سے حقائق کو واضح کر دیا۔

ایک چیز اور واضح کر دوں اگر بالفرض یہ اختلاف بھی ہوتا تو یہ اختلاف خالص فقہی اور فرعی ہوتا، فرعی و فقہی اختلاف میں کبھی ایسا طریقہ نہیں اختیار کیا جاتا کہ رحمت کے بجائے زحمت ہو جائے، اور ایک فریق دوسرے کی توہین و تذلیل و آزار کے درپے ہو جائے، خدارا کسی فرعی مسئلے کو عقیدۂ قطعی کا درجہ نہ دیجیے اور فتاویٰ رضویہ کا یہ سبق یاد رکھیے:

"اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن جائز نہیں۔"[1]

سجدۂ تعظیمی کے بارے میں امت کا تقریبًا اتفاق ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ کتابُ اللہ سے، سنت رسول اللہ سے اور اقوالِ علما سے مزین کر کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ایک عظیم رسالہ "الزبدة الزكيه فی تحريم سجودالتحيه" لکھا ہے، اس میں ثابت کیا ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ مصطفویہ میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے اور ان کا اختلاف قابلِ التفات نہیں ہے، پھر بھی اس سے یہ فائدہ ملا کہ جو لوگ ان کی پیروی کر کے سجدۂ تحیت کو جائز کہتے ہیں ان کو فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ جب ایسے مسئلے میں اختلاف کرنے

(۱)-فتاویٰ رضویه، جلد:۱۱، ص:٤٤، مسائل کلامیه، رضا اکیڈمی.

والے کے بارے میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمارہے ہیں کہ ان کو فاسق نہیں کہا جا سکتا تو جہاں اختلاف کی بو بھی نہیں آتی وہاں فاسق، گمراہ، جاہل اور اس طرح کے «الفاظِ شریفانہ» کیسے استعمال کیے جاسکتے ہیں؟ **ہم اپنے بزرگوں اور اپنے مہربانوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آئیے اور فتاویٰ رضویہ کو سامنے رکھ لیجیے، آپ اِسے کھول کر دکھا دیجیے کہ مجلس شرعی کا فیصلہ اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے تو ہم آج اس مجلس میں اعلان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شرعی کا فیصلہ فوراً کینسل کر کے اس کا اعلانِ عام کر دیں گے، کسی بحث کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر ہم ثابت کر دیں اور فتاویٰ رضویہ کھول کر دکھا دیں کہ اس مسئلے پر اجماع شرعی نہیں ہے اور نہ ہی یہ فتاویٰ رضویہ کی مخالفت ہے بلکہ فتاویٰ رضویہ کا اتباع ہے تو آپ کو بھی حق قبول کرنے کے لیے اپنے سینے کا دروازہ کھلا رکھنا چاہیے۔ فتاویٰ رضویہ شریف کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لیجیے۔ اس سے بڑی بات نہیں ہو سکتی کہ جس کتابِ مستطاب سے اختلاف اور انحراف کا الزام لگایا جارہا ہے ہم اسی کتاب کو فیصل قرار دیتے ہیں۔**

اب کچھ اور حقائق کا بھی انکشاف کرتا چلوں، ہم کسی پر اعتراض نہیں کرتے، ہم اپنے سارے علما کا ادب و احترام کرتے ہیں، اسی لیے ہم نے بہت سارے حقائق اپنے سینے میں چھپا رکھے ہیں، کھولے نہیں ہیں۔ گالیاں سنتے ہیں اور کیا کیا نہیں سنتے اور چپ چاپ رہتے ہیں۔ مگر آپ کو سمجھانے کے لیے اب کچھ حقائق سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

۲۰۰۴ء میں شرعی کونسل آف انڈیا کا پہلا سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف میں منعقد ہوا اور سب سے پہلا مسئلہ چلتی ٹرین میں نماز کا تھا، یہ مسئلہ سیمینار میں رکھا گیا، ان ہی حضرات نے اس پر سب سے پہلے سیمینار کیا، ان ہی حضرات نے سب سے پہلے اس

پر مقالے لکھوائے، اس میں جواز کے بھی مقالے آئے، جن کی فوٹو کاپی مندوبین میں تقسیم کی گئی اور فتاویٰ رضویہ کی صراحت کے خلاف بھی جم کر بحثیں ہوئیں، بحثیں اس طرح ہوئیں کہ ایک فریق کہتا تھا چلتی ٹرین میں نماز جائز ہے اور دوسرا فریق کہتا تھا کہ ناجائز ہے، جواز والے اپنی دلیل پیش کرتے تھے، عدم جواز والے اپنی دلیل پیش کرتے تھے۔ دونوں فریق دن بھر بحثیں کرتے رہے اور رات میں بھی دیر تک بحثیں کیں اور جب کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تو یہ مسئلہ فیصل بورڈ کے حوالے کر دیا، فیصل بورڈ ساری بحثیں سن رہا تھا، چوں کہ دونوں طرف کی دلیلیں اتنی مضبوط تھیں کہ فیصل بورڈ بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے فیصل بورڈ نے اس مسئلے کو زیر غور کر دیا اور پانچ سال تک زیر غور رکھا۔ سوال (کسی پر اعتراض کے لیے نہیں ،اظہارِ حق کے لیے) یہ ہے کہ جب چلتی ٹرین پر نماز کا مسئلہ اجماعی تھا، متفق علیہ تھا، واجبُ العمل تھا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے لکھ دینے کے بعد کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی تو اس پر سیمینار کیوں منعقد کیا گیا؟ اس کے خلاف اعلیٰ حضرت کے شہر میں بیٹھ کر بحثیں کیوں ہوئیں ، ایک اجماعی مسئلے کو پانچ سال تک زیر غور کیوں رکھا گیا، کیا پانچ سال تک وہ مسئلہ اجماعی نہیں تھا؟ کیا پانچ سال تک وہ مسئلہ متفق علیہ نہیں تھا؟ کیا پانچ سال تک وہ مسئلہ واجبُ العمل نہیں تھا؟ میں جو کہتا ہوں اس کی پکی سند دوں گا اور پکا ثبوت دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بریلی شریف سے ایک پرچہ نکلتا ہے ”سُنی دنیا“ جس کے ٹائٹل پیج پر ہی لکھا ہوا ہے «مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان سنی دنیا» بریلی شریف، اس میں چھ سیمیناروں کی رپورٹیں اور فیصلے چھپے ہوئے ہیں، ان میں سب سے پہلا مسئلہ یہی ریل میں نماز کا مسئلہ ہے، اس کو زیر غور لکھا گیا ہے۔ اور پانچ سال کے بعد چھٹے سیمینار میں اس کا فیصلہ آیا ہے۔ وہ بھی «بحث» کے عنوان سے، «فیصلے» کے عنوان سے نہیں۔ دونوں کا فرق اہلِ علم خوب جانتے ہیں۔ **ہم اس سیمینار کے اجلاس سے اعلان کرتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ لے کر بیٹھ جائیں، اگر آپ حضرات کی بات حق ثابت ہوجاتی ہے تو ہم پورے ہندوستان میں اعلان کر**

دیں گے کہ مجلس شرعی نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ لیکن اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے فتاویٰ رضویہ سے ثابت کر دیا کہ اس پر اجماعِ شرعی نہیں ہے تو آپ کو بھی حق قبول کرنے کے لیے اپنے سینے کا دروازہ کھلا رکھنا چاہیے۔ چلتی ٹرین میں نماز پر بحث کا دروازہ ہم نے نہیں کھولا ہے، دروازہ کھولا ہے شرعی کونسل نے، اجماعی مسئلے کے خلاف بحث کرائی شرعی کونسل نے، زیرِ غور کیا شرعی کونسل نے، ہم تو اسی کی روش پر چل رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعد میں تحقیقات مختلف ہو گئیں۔

ایک نظیر اور سن لیجیے! مُزدلفہ میں ایک جگہ ہے جس کو وادیِ مُحسِّر کہتے ہیں وہاں ابرہہ کے لشکر پر خدائے قہار و جبار کا عذاب نازل ہوا، علما فرماتے ہیں کہ جو وہاں سے گزرے تیزی سے گزر جائے، وہاں نہ ٹھہرے، صرف ایک صاحبِ بدائع ہیں جن کا قولِ شاذ ہے کہ اس میں وقوف کراہت کے ساتھ ہو سکتا ہے، ان کے علاوہ میرے علم میں دوسرے سبھی فقہا متفق ہیں کہ وہ وادی مُزدلفہ سے نہیں، وقوفِ مُزدلفہ وہاں نہیں ہو سکتا، خاص طور سے بہارِ شریعت میں صدر الشریعہ نے اور فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس وادی میں وقوفِ مُزدلفہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی معذور ہو تو کیا کرے تو فتاوی رضویہ اور بہارِ شریعت سے عیاں ہے کہ اگر کوئی معذور ہو تو اس سے وقوفِ مُزدلفہ ساقط ہے۔ اسے اجازت ہے کہ وقوف چھوڑے اور منیٰ چلا جائے، اس پر دَم واجب نہ ہوگا، مگر شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سمینار میں بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ اس وادی میں وقوف جائز ہے، اگر کوئی «عذرِ ناگزیر» پایا جائے تو اس وادیِ عذاب میں وقوف ہو سکتا ہے۔ یہ فیصلہ فتاویٰ رضویہ کے مطابق ہے؟ بہارِ شریعت کے مطابق ہے؟ یا فقہائے حنفیہ کے مذہبِ مختار کے مطابق ہے؟ یہ کتابیں کھول کر دیکھ لیجیے، ہر سوال کا جواب نفی میں ملے گا۔

شفقت و احترام: حضرات! علما بڑے ہوں یا چھوٹے، سب باہم ادب و احترام

کے رشتے کو برقرار رکھیں، اگر باہم کوئی اختلاف ہوتا ہے تو اسے مل بیٹھ کر فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت اور کتاب وسنت کی روشنی میں حل کر لیں، مگر خدارا ایک دوسرے کی ہوا خیزی نہ کریں اور بہر حال علما سے چاہے اصاغر ہوں یا اساطین ہوں عوام کو برگشتہ کرنے کی کوئی بھی شخص کوشش نہ کرے، کیوں کہ یہ جماعت کے لیے نہایت مضر ہے۔ عوام علما سے دور ہوئے تو ان کا خدا حافظ۔ ہم سب کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

"من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا"

جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔

ترتیب پر بھی غور کر لیں "من لم یرحم صغیرنا" پہلے ہے، اور" ولم یوقر کبیرنا" بعد میں ہے۔ آج "من لم یر حم صغیرنا " کا مظاہرہ خوب ہو رہا ہے پھر بھی" ولم یوقر کبیرنا" کا کہیں سے کوئی مظاہرہ نہیں۔

یہ حدیث ہم سب کے لیے آج کے ماحول میں مشعلِ راہ اور نمونۂ عمل ہے۔

عُذر مِن جهة العباد پر گفتگو:

چلتی ہوئی ٹرین سے نماز کے لیے اترنے میں جو حرج وضرر ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، اور یہ بلا شبہہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے لیے بہت بڑا عذر ہے، اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ:"وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے پھر بعد میں اعادہ کر لے"۔

تقریباً بیس بائیس سال پہلے تک مسافروں کے کھانے کے لیے ٹرین روکی جاتی تھی اور نماز کے لیے نہیں روکی جاتی تھی، اس لیے حکم تھا کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر بعد میں دُہرا لے، مگر جب ٹرین میں ہی مسافروں تک کھانا پہنچانے کا انتظام ہو گیا تو اس کے بعد سے ٹرین مسافروں کے کھانے کے لیے نہیں روکی جاتی، جیسا کہ نماز کے لیے نہیں روکی جاتی، اس لیے حکم بدل گیا کہ نماز پڑھ لے اور بعد میں دُہرانے کی حاجت نہیں۔ بظاہر دونوں

صورتوں میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا مگر واقعہ یہ ہے کہ دونوں میں بڑا لطیف فرق ہے، اسے اہلِ فقہ سمجھتے ہیں۔ ایسے سیکڑوں مسائل ہیں جن میں باریک فرق ہونے کے باعث احکام جداگانہ ہوجاتے ہیں، مگر سب لوگ وہ فرق نہیں سمجھ پاتے۔ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مخالفین کے طعن و تشنیع کا بڑا سبب بھی یہی ہے کہ آپ کے مدارکِ فقہ بہت باریک تھے، جن تک سب کی رسائی نہ ہوسکی۔

چلتی ٹرین میں نماز کی صحت کے فیصلے پر جو خلجان ہمارے احباب کے دلوں میں پیدا ہوا وہ یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے زمانے میں بھی ریل کو بندہ چلاتا، روکتا تھا اور آج کے زمانے میں بھی بندہ ہی چلاتا، روکتا ہے۔ اُس زمانے میں بھی ریلوے ٹائم ٹیبل بندہ مرتب کرتا تھا اور آج کے زمانے میں بھی بندہ ہی مرتب کرتا ہے، پھر حکم کیسے بدل جائے گا۔ اور یہ بات تو حیرت انگیز بھی ہے کہ عذر پیدا کرے بندہ، اور اسے کہا جائے عذرِ شرعی یا عذرِ سماوی۔ اب تک میرے سامنے جو باتیں آئی ہیں ان سب کا جامع اور بہتر خلاصہ یہی ہے۔

ہم یہاں محض تقریبِ فہم کے لیے ایک ایسی فقہی مثال سے اس فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں جس پر سب کا اتفاق ہے، وہ فقہی مثال ہے «**ہوائی جہاز میں نماز**» ہوائی جہاز اگرچہ فضا میں سُپر فاسٹ ٹرین سے بھی چھ سات گنا زیادہ رفتار سے پرواز کر رہا ہو، مگر اس حالتِ پرواز میں ہمارے موجودہ فقہاے کرام کے نزدیک بھی نماز جائز و صحیح ہے، اور بعد میں اُسے دُہرانے کی حاجت نہیں، حالاں کہ یہاں بھی جہاز کا ٹائم ٹیبل بندہ مرتب کرتا ہے، اور بندہ ہی اسے چلاتا اور روکتا ہے، یا کہہ لیجیے کہ اڑاتا اور اُتارتا ہے۔ بظاہر ٹرین اور ہوائی جہاز میں بندے کے کنٹرول اور عمل دخل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اسے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ اور ہے اور ہوائی جہاز میں کچھ اور۔

یہ نہ کہا جائے کہ ہوائی جہاز آسمان میں اڑتا ہے اس لیے عذرِ آسمانی ہے، کیوں کہ اسے اڑانے اور زمین پر اتارنے کا پورا اختیار بندے کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ ٹرین

میں پورا اختیار بندے کے ہاتھ میں ہے۔

اور اب قصور معاف! یہ بھی نہ فرمایا جائے کہ ہوائی جہاز کو اگر روکا جائے تو وہ فضا میں رُکے گا نہ کہ زمین پر۔ کیوں کہ فضا میں روکنا بھی بندے کا ہی کام ہے اور زمین پر اتارنا بھی بندے کا ہی کام۔ بندہ اسے نماز کے وقت میں ہوائی اڈے پر کیوں نہیں اتارتا، تاکہ قرار و سکون کے ساتھ زمین پر نماز ادا کی جائے۔ ہوائی جہاز کے اڑنے اور اترنے کا ٹائم ٹیبل بھی تو بندے نے ہی بنایا ہے۔ وہ چاہے تو اوقاتِ پرواز میں اوقاتِ نماز کے پیشِ نظر معمولی سی ترمیم کردے یا اوقاتِ نماز کے پیشِ نظر ہی ٹائم ٹیبل بنائے تاکہ مسافر کو جہاز کے اندر حالتِ پرواز میں نماز کے لیے مجبور نہ ہونا پڑے۔ آخر مسافروں کو اتارنے کے لیے جہاز زمین پر اتارا جاتا ہے تو نماز کے لیے کیوں نہیں اتارا جاسکتا۔

مگر ان سب کے باوجود ہمارے فقہاے عصر ہوائی جہاز میں نماز کو جائز کہتے، اور پڑھتے ہیں اور کبھی دُہرانے کا حکم نہیں دیتے، تو پھر چلتی ریل میں بھی یہی حکمِ فقیہانہ جاری کرنا چاہیے۔

آپ حضرات علماے اشرفیہ کو جاہل کہتے ہیں، کہیں، شاید یہ بھی آپ کی نگاہ میں حکمِ فقہی کی تفہیم کے لیے ضروری ہو مگر خدارا اس کم علم کی گفتگو کو یہ فرما کر مسترد نہ کریں کہ یہ آسمان پر زمین کا قیاس ہے، یا فلاں بزرگ کا فتویٰ ایسا ہی ہے، کیوں کہ ہم نے یہاں محض تقریبِ فہم کے لیے یہ فقہی مثال دی ہے اور ہم کسی فتوے کو رد نہیں کرتے، ہم تو محض اپنے بزرگوں کے فتوے کے آئینے میں ایک حقیقت کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں، اور یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ صرف بندے کو سامنے دیکھ کر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ «عُذر مِن جهة العباد» ہے بلکہ اس کی گہرائی میں اتر کر اس کی حقیقت بھی معلوم کرنی چاہیے، صرف فتاویٰ رضویہ میں ایسے متعدّد مسائل ہیں جن میں فرنٹ پر آپ کو بندہ نظر آئے گا مگر عذر واقع میں سماوی ہوگا، چند نظائر اس بے مایہ کے مقالے اور مجلسِ شرعی کے فیصلے میں بھی ہیں۔

ذہاب قافلہ کی مثال[1]

سفرِ حج میں یہ صورت پیش آتی تھی کہ لوگ قافلے کے ساتھ اونٹوں پر سفر کرتے ، قافلے والوں کا دستور تھا کہ سفر میں وہ ایک بار دوپہر میں رکتے، جہاں وہ کھاتے، پیتے، اونٹوں کو چارہ دیتے، نمازِ ظہر ادا کرتے اور دیگر ضروریات سے فارغ ہوتے. پھر قافلہ چلتا تو نصف شب کے قریب منزل کرتا. غیر حنفی مسافر اپنے مذہب کے مطابق دو نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے. ظہر کے وقت میں عصر کی نماز بطور جمعِ تقدیم، عشا کے وقت میں مغرب کی نماز بطور جمعِ تاخیر. مگر حنفیہ کے مذہب میں جمعِ حقیقی کی اجازت نہیں، اس لیے وہ سخت مشکل میں پڑتے. فقہاے حنفیہ نے ایسے سفر میں اجازت دی کہ چلتی سواری پر نمازِ عصر و مغرب ادا کر لیں اور بعد میں اعادہ نہیں. بلکہ خاص حالات میں جمع بین الصلاتین کی بھی اجازت دی گئی.

دیکھیے تو، اونٹ چلانے والے سب بندے ہیں، ہر شخص اپنے اونٹ کو جب چاہے روک سکتا ہے، اسے ڈرائیور کی طرح حکومت کی گرفت اور سزا کا بھی کوئی اندیشہ نہیں. سب شتر بان باہمی اتفاق کے ساتھ ہر نماز کے وقت رکنے اور چلنے کا دستور بنا لیں تو بھی کوئی حکومت انہیں روکنے والی نہیں. شتر بانوں کے اونٹوں کے نہ روکنے کی وجہ سے غیر حنفی کے لیے تو کوئی دقت نہیں مگرحنفی نمازی کو چلتی سواری پر نماز پڑھنی پڑتی . یہاں بھی منع مِن جهة العباد مان کر سواری پر ادا کی ہوئی نماز کے اعادہ کا حکم ہونا چاہیے، مگر فقہاے حنفیہ نے ایسا حکم نہ دیا، جب کہ یہاں منع من جهة العباد ہونا زیادہ ظاہر ہے.

(۱)-عربی رسم الخط کا پورا مضمون بعد کا اضافہ ہے.

آخر کیا وجہ ہے کہ یہاں ساری رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے، کسی حکومت کا بھی کوئی عمل دخل نہیں، سواریاں بھی زمین پر چلتی اور زمین پر رکتی ہیں. ہر شتر بان اپنے اونٹ کو روکنے، چلانے کا پورا اختیار رکھتا ہے اور نماز کے لیے نہیں روکتا. پھر بھی ایسے «منع عبد» کو «منع سماوی» قرار دیا گیا؟

بات یہ ہے کہ شتر بانوں کا باہَم یہ مقررہ دستور تھا کہ صرف دوپہر میں اور نصف شب کے قریب پڑاؤ کریں گے وہ کچھ مخصوصین کے لیے اس میں رعایت نہیں کرتے تھے. اب اگر کوئی ایک شخص اس کے خلاف کرتا تو وہ سخت حرج و مشقت میں پڑتااور اس کی جان و مال کو بھی خطرہ پیش آتا، اس لیے قافلہ نہ رکنے کو عذرِ سماوی مان لیا گیا اور سواری پر ادا کی ہوئی نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوا.

ہم یہاں اپنے سامعین کے مزید اطمینانِ قلب کے لیے «بہارِ شریعت» سے بھی ایسے دو مسائل اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

(۱)"مسئلہ: اگر (دشمن سے) خوف بہت زیادہ ہو کہ سواری سے اتر نہ سکیں تو سواری پر تنہا تنہا اشارہ سے، جس طرف بھی منہ کر سکیں اُسی طرف نماز پڑھیں، سواری پر جماعت سے نہیں پڑھ سکتے۔

ہاں اگر ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں تو پچھلا اگلے کی اقتدا کر سکتا ہے اور سواری پر فرض نماز اسی وقت جائز ہوگی کہ «دشمن ان کا تعاقب کر رہے ہوں»۔ جوہرہ، درِ مختار۔"[۱]

غور فرمائیے۔ اس مسئلے میں دشمن جو تعاقب کر رہا ہے «بندہ» ہے تو یہ بظاہر «عُذر مِن جهة العبد» ہے، حالاں کہ فقہاے کرام یقین رکھتے ہیں کہ یہاں «عذر از جانبِ رب» ہے، یعنی عذرِ سماوی۔

(۲)"مسئلہ ☆ اگر دشمن نے اسے دوڑایا ☆ یا اس نے دشمن کو بھگایا تو نماز جاتی

(۱)-بہارِ شریعت، ص:۷۹۷، حصہ ٤، نمازِ خوف کا بیان

رہی۔ البتہ پہلی صورت میں اگر سواری پر ہو تو معاف ہے۔ در مختار، رد المحتار۔"[1]

اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں:

☆کوئی شخص زمین پر نماز پڑھ رہا تھا، اسے دشمن نے دوڑایا تو نماز فاسد ہو گئی۔

☆کوئی شخص سواری پر نماز پڑھ رہا تھا، اسے دشمن نے دوڑایا تو نماز صحیح ہے، فاسد نہ ہوئی۔

ایک ظاہر بیں یہ سمجھے گا کہ دونوں صورتوں کا حکم ایک ہونا چاہیے، کیوں کہ دونوں جگہ دشمن نے نمازی کو دوڑایا مگر فقیہ محقق خوب سمجھتا ہے کہ دونوں کے درمیان ایک باریک فرق ہے، اس لیے دونوں کا حکم الگ الگ ہو گا۔

غور فرمائیے کہ یہاں بھی تو ریل والے مسئلے کی طرح کہا جا سکتا ہے کہ دونوں صورتوں میں نمازی کو دوڑانے والا بندہ ہے تو «عذر مِن جهة العبد» ہے، اور کسی بھی صورت میں «عذر مِن جهة الله» نہیں ہے، کیوں کہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ عذر پیدا ہو بندے کی جہت سے، اور اس کی نسبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی طرف، مگر یہاں تو شاید کوئی یہ فرمان صادر کرنے کی ہمت نہ کرے، کیوں کہ احکام میں یہ فرق کیا ہے، حضرت صدر الشریعہ نے اور صاحبِ درِ مختار و رد المحتار نے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرات اگر آپ کے اُکتا جانے کا اندیشہ دامن گیر نہ ہوتا تو ہم اس نشست میں آپ کو صرف بہارِ شریعت سے اس طرح کے پندرہ بیس مسائل اور سناتے، مگر اطمینان کے لیے یہ دو مثالیں بھی بہت ہیں، اور یہ نصیحت تو سب کو از بر ہے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

آپ فقہا کے قریب آئیں، ان کی صحبت میں رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ بھی رمز آشنا ہوں گے۔

جب دو مسئلے ایک دوسرے کے مشابہ ہوں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہوں تو وجہِ فرق کو سمجھنے کے لیے بارگاہِ الٰہی میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ مانگنا چاہیے

(۱)-بهارِ شریعت، ص:۷۹۷، حصه ٤، نمازِ خوف کا بیان

اور دل میں خوفِ خدا بسا کر، یکسو ہو کر مسائل کی حقیقت وصفت میں خوب اچھی طرح غور کرنا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فیضانِ امامِ اعظم سے آپ شاد کام ہوں گے اور وجہِ فرق کو سمجھ کر روح جھوم اٹھے گی، صرف سرسری مطالعہ سے حقیقت تک رسائی بہت دشوار ہوتی ہے، اس لیے اس طرح کے مسائل کو خوب غور سے پڑھا کریں، رہے دوسرے مسائل جو ایک دوسرے کے مشابہ نہیں وہ نسبۃً آسان اور واضح ہیں۔

خلاصۂ کلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں جس حیثیت سے اور جس بنیاد پر چلتی ریل میں نماز کے صحیح نہ ہونے کا فتویٰ جاری کیا تھا، وہ بالکل حق و صحیح ہے، اگر آج بھی وہ حیثیت اور وہ بنیاد باقی رہتی تو حکم بھی وہی باقی رہتا، لیکن آج وہ حیثیت باقی نہ رہی، حالات بدل گئے، بنیاد تبدیل ہو گئی، اس لیے حکم بھی خود ہی بدل گیا، علماے محققین نے کوئی نیا حکم یا فتویٰ نہیں جاری کیا ہے، بلکہ حالات کے اثر سے بدلے ہوئے حکم کا اعلان فرمایا ہے، اور یہی سلف و خلف کا طریقۂ حسنہ رہا ہے۔

مودبانہ گزارش: اخیر میں اپنے بزرگوں، دوستوں اور بالخصوص «مہربانوں» سے مودبانہ گزارش ہے کہ جماعتِ اہلِ سنت کی سالمیت اور وحدت کا خاص خیال رکھیں، کوئی حکم جاری کرنے سے پہلے عقائد اور فروع کے فرق کو خوب سمجھ لیں۔

اور بہر حال اگر «حق بات» آپ نے سمجھ لی ہے تو حق کا اتباع کریں اور نزاعِ بے جا سے اپنے کو دور رکھیں، ہم تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنے لیے اور سب بھائیوں کے لیے یہی دعا کرتے ہیں۔

کام وہ لے لیجیے، تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا، تم پہ کروروں درود

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا البَلاغ المبين.

*****

نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر؟

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی، ناظم مجلسِ شرعی وصدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم*حَامِدًا وَّ مُصَلِّیاً وَّ مُسَلِّمًا

ٹرینوں کا چلنا، رکنا پہلے بھی ایک مرتب نظام الاوقات کے تحت ہوتا تھا اور آج بھی ایک مرتب نظام الاوقات کے تحت ہوتا ہے۔ نماز وعبادت کے لیے ٹرین کل بھی نہیں روکی جاتی تھی اور آج بھی نہیں روکی جاتی ہے اس یگانگت کے باوجود دونوں اَدوار کے نظامِ ریل میں کچھ بنیادی فرق بھی ہیں جن کا اثر احکام پر مرتب ہوتا ہے۔ وہ فرق یہ ہیں:

۱۔ پہلے ریل کا نظام پرائیویٹ کمپنیوں اور خود مختار ہاتھوں میں تھا اور آج حکومت کے مضبوط ہاتھوں میں ہے۔

۲۔ کل کے دور میں زیادہ تر سواری گاڑیاں چلتی تھیں جو عموماً ہر چھوٹے، بڑے، اسٹیشن پر رکتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتی تھیں، چند اسٹیشنوں کے بعد وہ کوئلہ، پانی بھی لیتی تھیں جس کے باعث ان کے ٹھہرنے کا وقفہ زیادہ ہو جاتا تھا، اس کے بر خلاف آج کی تیز گام ٹرینیں صرف بڑے بڑے اسٹیشنوں پر رُکتی ہیں، کچھ ضلع میں صرف ایک جگہ رکتی ہیں اور کچھ کا اسٹاپ تو طویل فاصلے پر ہوتا ہے اور پانی کے لیے ان کا رکنا تو بڑا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

۳۔ پہلے انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرینیں روکی جاتی تھیں جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے مگر اب کسی کے کھانے کے لیے ٹرینیں نہیں روکی جاتیں، ہاں ریلوے انتظامیہ کی طرف سے ٹرین میں کھانے کے انتظام سے پہلے تک ہندوستان کے دور آزادی میں بھی ٹرینیں یوں روکی جاتی تھیں کہ اس کے لیے اسٹیشن پر ٹھہرنے کا وقفہ کچھ زیادہ رکھا جاتا تھا۔

۴۔ ریلوے کو ''قومی ملکیت'' کا درجہ ۱۹۵۰ء میں حاصل ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے یہ ''قومی ملکیت'' نہ تھا۔

ہم ان امور کی وضاحت کے لیے ریل کی ایجاد، تاریخ اور زیر بحث مسئلے سے تعلق رکھنے والے کچھ ضروری دستور(۱) پیش کرتے ہیں جن سے اس مسئلے کے کچھ دوسرے گوشے بھی اِن شاءاللہ تعالیٰ واضح ہوں گے۔

ریل کی ایجاد-تاریخ-اور کچھ ضروری دستور

ایجاد: پہلی مرتبہ ریل بھاپ کے انجن سے ۱۸۳۲ء میں انگلینڈ میں ایجاد ہوئی۔ اس کے بعد مئی ۱۸۴۳ء میں ایک نوجوان انجینئر ''گراہم کلارک'' بمبئی کے بندرگاہ پر جہاز سے اترا۔ اسے انڈیا میں مانچسٹر، لینکا شائر، لیورپل (Manchester, Lancashire, Liverpool) کے کپڑا صنعت کاروں کی سفارش پر اس بات کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا گیا تھا کہ بھارت میں کیسے اور کس حصے میں ریل چلائی جا سکتی ہے تاکہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے سستی کپاس کو بمبئی بندرگاہ تک لانے اور پھر اسے بذریعہ جہاز انگلینڈ بھیجنے میں سہولت ہو۔

---

(۱)- مجھے یہ قیمتی معلومات متعدّد ذرائع سے حاصل ہوئیں:

[۱] جناب اقبال احمد صاحب سینئر لا آفیسر ساؤتھ ویسٹرن ریلوے بنگلور۔ ۲۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱/ مئی ۲۰۱۳ء بروز شنبہ کو جامعہ بلال، بنگلور میں موصوف سے اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ یہ گفتگو سوال وجواب کی شکل میں ہے۔ [۲-۳] پھر ۱۶/ اور ۱۷/ مئی ۲۰۱۳ء کو بالترتیب ریلوے کے دو ''اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ'' سے اس بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے اقبال صاحب کی فراہم کردہ معلومات کی تصدیق کرتے ہوئے اور بھی کچھ اہم امور سے آگاہ کیا جیسا کہ عنقریب مطالعہ سے عیاں ہوگا۔

[۴]- انٹرنیٹ سے محمد ضیاء الدین برکاتی (متعلّم درجۂ ثالثہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور) نے انگریزی مضامین حاصل کر کے اردو میں ترجمہ کیا، پھر راقم الحروف نے جناب اقبال احمد صاحب موصوف، لا آفیسر ریلوے کو سنا کر ان کی تائید حاصل کی۔ یہ مضمون ویب سائٹ کے حوالوں کے ساتھ ہے۔ ۱۲منہ

ہندوستان میں ریل کا آغاز:

اس کے بعد یکم اگست ۱۸۴۹ء میں "گریٹ انڈین پننسولار ریلویز کمپنی" (Great Indian Peninsular Railways Company) بھارت میں قائم کی گئی۔ ۱۸/ اگست ۱۸۴۹ء کو "گریٹ انڈین پننسولار ریلویز کمپنی" اور "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے مابین ایک قرار داد پر دستخط ہوئے۔ اس قرار داد کے نتیجے میں بمبئی سے تھانے تک ۵۶ کلومیٹر تک کی ریلوے لائن بچھا کر تجربہ کیا گیا۔ ۱۶/ اپریل ۱۸۵۳ء میں پہلی ٹرین سروس بمبئی سے تھانے تک شروع کی گئی۔ پھر ۱۵/ اگست ۱۸۵۴ء میں دوسری ٹرین سروس ہوڑہ اور ہُبلی کے بیچ شروع کی گئی اور یکم جولائی ۱۸۵۶ء کو ساؤتھ انڈیا میں پہلی مرتبہ واے سرپاڈی (Vyasarpadi) اور والاجاہ روڈ (Walajah Road) کے بیچ شروع کی گئی۔ اور اسی دن "مدراس ریلوے کمپنی" نے بھی واے سرپاڈی اور رویاپورم (Vyasarpadi Royapuram) کے درمیان ریل کی شروعات کی۔(۱)

بھارتیہ ریلوے کی تاریخ

۱۸۹۵ء سے ہندوستان نے اپنا ریل انجن بنانا شروع کر دیا تھا اور جلد ہی مختلف ریاستیں اپنے خود مختار ریل نظام سے جڑ گئیں اور ان کا نیٹ ورک آسام، راجستھان اور آندھرا پردیش تک پھیل گیا۔ ۱۹۰۵ء میں ریلوے بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس کا انتظامی اختیار وائسرائے لارڈ کرزن کو دیا گیا۔ ریلوے بورڈ تجارت اور صنعت و حرفت کے شعبے کے ماتحت کام کرتا تھا یہ تین ارکان پر مشتمل تھا:

---

(۱)-[Brief History of Indian Railways and RPF]
بحوالہ: www.icf.indianrailways.gov.in

(۱) چیئرمین، (۲) ریلوے مینیجر۔ اور (۳) ایجنٹ۔

۱۹۰۷ء میں بہت سی ریلوے کمپنیاں حکومت کے کنٹرول میں آگئیں اور اس کے اگلے سال ہی بجلی کے انجن بھی ایجاد ہوگئے۔ ۱۹۲۰ء میں حکومت نے ریلوے نظام کو اپنے قبضے میں لے لیا، اور اس کی آمدنی کو دوسری سرکاری سالانہ آمدنی سے الگ کردیا۔

آزادی کے بعد سارے خود مختار ۴۲ ریلوے نظام ۳۲ لائنوں کے ساتھ ایک یونٹ میں ضم کردیے گئے جو بھارتیہ ریل کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ ۱۹۹۵ء میں ریلوے کے ریزرویشن نظام کو کمپیوٹرائزڈ کردیا گیا۔[۱]

☆بھارتیہ ریلوے بورڈ کا قیام ۱۹۰۵ء میں ہوا۔

☆ریلوے کو قومی ملکیت کا درجہ ۱۹۵۰ء میں حاصل ہوا۔

☆زمین کے اندر میٹرو ریل کا انتظام کولکاتہ اور دہلی میں ہے اس کی شروعات ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو کلکتہ میں ہوئی۔

☆بھارتیہ ریل کی پہلی بجلی ریل گاڑی ۳؍ فروری ۱۹۲۵ء کو بمبئی اور کُرلا کے بیچ چلی

☆۱۹۵۲ء تک ریلوے کو چھ (۶) زون میں بانٹا گیا تھا لیکن موجودہ دور میں ریلوے کو سترہ (۱۷) زون میں بانٹا گیا ہے۔[۲]

ہندوستانی ریلوے ۱۶۰ سال کی ہوگئی

پہلی ایئر کنڈیشن (AC) ٹرین ۱۹۳۴ء میں فرنیٹر میل تھی، اس وقت اے سی ٹرین کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے بَرف کا استعمال کیا جاتا تھا، اس کے لیے ایک خاص قسم کا طریقہ وضع کیا گیا تھا۔ بیٹری سے ایک بلور (ایک چمک دار معدنی جوہر) برف سے

---

(۱)-بحوالہ: www.iloveindia.com/india-railways/history.htm

(۲)-بحوالہ: Samanya Gyan by Arihant in hindi

بھرے کوچ میں چلایا جاتا تھا اور اس سے ٹھنڈی ہوا سوراخوں سے ان کوچوں میں جاتی تھی جن میں انگریز سفر کر رہے ہوتے تھے برٹش افسر فرنیٹر میل سے ہی سفر کرتے تھے۔ پہلی راجدھانی ایکسپریس ۱۹۶۹ء میں ہوڑہ سے نئی دہلی تک شروع کی گئی، یہ ہندوستان کی پہلی سُپر فاسٹ اور پہلی فُل اے سی ٹرین تھی۔ پہلی شتابدی ٹرین ۱۹۸۸ء میں دہلی سے جھانسی کے درمیان شروع کی گئی۔[1]

کچھ ضروری دستور

(سینیر لا آفیسر اقبال صاحب سے پوچھے گئے سوالات اور جوابات)

❋ کیا آزادی کے بعد کھانے کے لیے ٹرین روکنے کا کوئی دستور تھا، یا ہے؟

اس کے جواب میں اقبال صاحب نے کہا:

ہاں! کوئی بیس، بائیس سال پہلے تک جب ریل میں پینٹری کار (Pantry Car) یعنی مطبخ نہیں تھا ریلوے کا دستور یہ تھا کہ کسی اسٹیشن پر ۱۵، ۲۰ منٹ کا اسٹاپ کرتے تھے اس وقفے میں لوگ کھا، پی لیتے اور ریلوے کا کام سامان کی لوڈنگ وغیرہ بھی مکمل ہو جاتا۔

جب لمبی مسافت کی ٹرینوں میں پینٹری کار (مطبخ) لگ گیا تو کھانے کے لیے ٹرین معمول سے زیادہ روکنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

اور ’’کھانے کے لیے روکنے‘‘ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جہاں بڑا اسٹیشن دیکھا روک لیا، بلکہ یہ سب ایک مقررہ نظامُ الاوقات کے تحت تھا جیسا کہ آج کے دور میں ٹرین کا رُکنا، چلنا مقررہ نظامُ الاوقات کے ماتحت ہوتا ہے۔

---

(۱)۔بحوالہ: www.urdutahzeeb.net/currentaffairs/news/first-brit-soldiers-death-in-2011reported-from-aghanistan

٭جن ٹرینوں میں پینٹری کار نہیں ہوتا تو کیا انھیں کھانے کے لیے روکا جاتا ہے؟

جواب: نہیں۔ جن ٹرینوں میں پینٹری کار نہیں ہوتا ان میں ریلوے کی طرف سے یہ انتظام ہوتا ہے کہ ریلوے کا عملہ مسافروں سے مل کر کھانے کا آرڈر بک کرا لیتا ہے اور اگلے اسٹیشن پر اطلاع کر دیتا ہے کہ اتنے پلیٹ کھانا تیار رکھو، وہاں ٹرین پہنچتے ہی آرڈر کے مطابق کھانے کے پلیٹ ٹرین میں پہنچا دیے جاتے ہیں اور ٹرین میں ہی آرڈر دینے والے مسافروں کو کھانا دے دیا جاتا ہے، اب کھانے کے لیے ٹرینیں نہیں روکی جاتیں۔

انگریزوں کے دور حکومت میں ٹرینیں بہت کم تھیں مگر اب آبادیوں میں غیر معمولی اضافہ اور مسافرین کی کثرت کی وجہ سے ٹرینیں بہت زیادہ چلا دی گئی ہیں اگر ٹرین دیر تک کھانے پینے کے لیے روکی جائے تو ٹرینوں کی آمد و رفت بے پناہ متاثر ہوگی۔ ٹرین زیادہ چلانے اور فاسٹ چلانے کے مقصد سے اسے اسٹیشن پر بلا ضرورت زیادہ نہیں روکا جاتا۔ یہی نظام اب پسنجر ٹرینوں کے چلنے، رُکنے کا بھی ہے۔

٭کیا اسٹاف کے لیے آج کے دور میں ٹرین روکی جاتی ہے؟

جواب: ہاں، اسٹاف کے لیے ایک دو پسنجر (PASSANGER) ٹرینیں روکی جاتی ہیں اور یہ بھی ریلوے ٹائم ٹیبل کے مطابق ہوتا ہے، ٹائم ٹیبل میں یہ صراحت ہوتی ہے کہ فلاں فلاں اسٹیشن پر ٹرین اتنے منٹ اور اتنی دیر رُکے گی، ان میں کچھ اسٹاپ ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں کے لیے ہم عوام کو ٹکٹ بُک نہیں کرتے اور نہ ہی وہاں سے دوسرے اسٹیشنوں کے لیے عوامی ٹکٹ بُک کیے جاتے ہیں کیوں کہ وہ اسٹیشن جنگل میں ہوتے ہیں، وہاں کوئی آبادی نہیں ہوتی، نہ کوئی مارکیٹ ہوتی ہے مگر وہاں ریلوے ملازمین رہتے ہیں اور ان کی آمد و رفت کے لیے سوائے ٹرین کے کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ ان کے لیے ہم ٹرین کا ایک اسٹاپ وہ بھی رکھتے ہیں، البتہ ایکسپریس اور سُپر

فاسٹ ٹرینیں ایسے اسٹاپ پر بھی اسٹاف کے لیے نہیں روکی جاتیں اور سب پسنجر ٹرینیں بھی اس کے لیے نہیں روکی جاتیں۔

دورنتو، راج دھانی، سمپرک کرانتی کے اسٹاپ تو بڑے لمبے لمبے فاصلے کے ہوتے ہیں اس طرح کی ٹرینیں صرف ریلوے کی ضرورت کے لیے کچھ مقررہ اسٹاپ پر روکی جاتی ہیں۔ ''ضرورت'' سے مراد وہ کام ہیں جنھیں ٹالا نہیں جاسکتا۔

❊ ریلوے کی ضرورت کیا ہے؟

جواب: یہ کئی چیزیں ہیں، جو یہ ہیں: (۱) ڈیزل لینا، اس کے بغیر ٹرین چل نہیں سکتی۔ (۲) ڈرائیور بدلنا۔ مختلف علاقوں کے لیے مختلف ڈرائیور رکھے جاتے ہیں جو اپنے اطراف کے راستے سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اس لیے ایک مقررہ حد کے بعد ڈرائیور بدل دیے جاتے ہیں۔ (۳) ڈبوں میں پانی بھرنا۔ یہ اہم انسانی ضرورت ہے اس کے بغیر چارہ نہیں۔ (۴) انجن چینج کرنا۔ مثلاً ڈیزل کے انجن کی جگہ الکٹرک انجن اور الکٹرک انجن کی جگہ ڈیزل انجن لگانا۔ (۵) اسٹاف تبدیل کرنا (۶) صفائی کا اہتمام (۷) کراسنگ کی ضرورت۔ (۸) ایمرجینسی و ہنگامی ضروریات۔

ان اسٹیشنوں پر روکنے کے لیے پہلے سے نظام الاوقات مقرر ہوتا ہے۔ ان کے سوا کہیں اور نہیں روکتے، نیز مقررہ وقت سے زائد نہیں روکتے۔

❊ کیا اہم شخصیات مثلاً وُزرا، وغیرہ کے لیے ٹرین روکی جاتی ہے؟

جواب: نہیں، کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت وزیر، وزیر اعظم، بلکہ صدر جمہوریہ کے لیے بھی ٹرین نظام الاوقات کے خلاف نہ روکی جاتی ہے اور نہ ہی انھیں اس طرح کی کوئی رعایت دی جاتی ہے۔

سابق وزیر اعظم آں جہانی اندرا گاندھی اپنے دور حکومت میں ایک بار اپنے کارواں کے ساتھ آندھرا پردیش کے ایک لیوَل کراسنگ (ریلوے کِراسنگ) سے گزر رہی تھیں جب

تک گیٹ بند کرنے کا وقت آگیا تو ملازم نے گیٹ بند کر دیا، ہمراہیوں نے بہت کوشش کی مگر اس نے نہیں کھولا، اس پر بعد میں اندرا گاندھی نے اسے انعام سے نوازا۔

خلاصہ یہ کہ ریلوے یا سفر کی ضروریات کے لیے ٹرین اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق روکی جاتی ہے اور ضروریات ایسی ہوتی ہیں جنھیں ہم ٹال نہیں سکتے ان کے علاوہ بڑی سی بڑی شخصیت کے لیے بھی ٹرین نہیں روکی جاتی، نہ اب کھانے پینے کے لیے روکی جاتی ہے۔ (گفتگو ختم ہوئی)

*ہم نے ۱۶ر مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعرات جامعۃ البرکات کے گیسٹ ہاؤس میں یہ گفتگو جناب نصیر الدین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر علی گڑھ کو پڑھ کر سنائی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی، اور بعض باتیں مزید بتائیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)-کھانے کے لیے ٹرین نہیں روکی جاتی۔ ہاں! کبھی مال زیادہ لوڈ ہوتا ہے تو اسے اتارنے کے لیے اسٹیشن ماسٹر ٹرین ایک دو منٹ لیٹ کر دیتے ہیں اور یہ کام ریلوے کے ہی نفع کے لیے کرتے ہیں، اس میں ان کا کوئی نفع نہیں ہوتا، پھر بھی وہ قانون کی خلاف ورزی سے بچنے کے لیے ظاہر یہی کرتے ہیں کہ ٹرین وقت سے آئی اور وقت سے گئی، اور ایک دو منٹ کی جو تاخیر ہوتی ہے اسے ڈرائیور پورا کر لیتا ہے، اور اگر پانچ چھ منٹ تاخیر ہو جائے تو اسٹیشن ماسٹر کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

(۲)-اور اب تو کمپیوٹرائزڈ کنٹرولر سسٹم نافذ ہے، ریل اگر کہیں لیٹ ہوئی تو کنٹرولر کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں اسٹیشن کے بعد ٹرین لیٹ ہو رہی ہے، پھر وہ پوچھتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور اسٹیشن ماسٹر کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے اور ایک دوسرا افسر ڈرائیور اور گارڈ سے بھی پوچھتا ہے کہ ٹرین لیٹ کیوں ہوئی، اگر بیانات میں اختلاف ہوا تو اس کی الگ سے جانچ ہوتی ہے۔

(۳)-اگر کہیں سگنل خراب ہو گیا یا انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تو اسے درست

کرنے کے لیے کنٹرول روم سے تھُرو(through)ٹرین کے ذریعہ بھی گاڑی بنانے والوں کو بھیج دیا جاتا ہے اور جہاں سگنل یا گاڑی خراب ہے وہاں انھیں اتار دیا جاتا ہے اگر چہ اس گاڑی کا وہاں اسٹاپ نہ ہو؛ تاکہ جلد از جلد وہ خرابی دور ہو جائے اور گاڑیاں اپنے حساب سے چل سکیں۔ اور اس طرح کی دوسری ایمرجنسی ضروریات کے لیے بھی ایسا کرنا پڑتا ہے۔

(۴) -علی گڑھ کے ایک ایم پی کو دہلی جانا تھا، اتفاق سے ایک تھُرو ٹرین یعنی جس کا اسٹاپ علی گڑھ نہیں تھا وہ کسی خرابی کی وجہ سے اسٹیشن پر رک گئی اور وہ ایم پی صاحب اس گاڑی پر سوار ہو گئے، اخبار والوں نے ان کے ''سوار ہونے کی حالت'' کا فوٹو لے لیا اور اگلے دن یہ خبر شائع کر دی کہ اسٹیشن ماسٹر نصیر الدین نے علی گڑھ میں ایک ایم پی کو بٹھانے کے لیے تھُرو ٹرین روک دی۔

اس خبر کے شائع ہونے کے بعد الہ آباد ''ریلوے زونل ڈویژنل ہیڈ کوارٹر'' سے مواخذہ ہوا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، تو اس کا جواب دینا پڑا اور اس بات کا تحریری ثبوت بھی فراہم کرنا پڑا کہ واقعی گاڑی خراب ہو گئی تھی اور فلاں انجینئر نے اسے ٹھیک کیا۔ (گفتگو ختم ہوئی)

❋۱۷ر مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعہ شام کے وقت اے. آر. خان ریلوے اسٹیشن سُپرنٹنڈنٹ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مزید یہ باتیں بھی بتائیں:

☆میٹرو کو مرکزی ریلوے نہیں چلاتی، مقامی کارپوریشن چلاتی ہے۔ حکومت کا ان پر کنٹرول ہوتا ہے۔ تنخواہ بھی مقامی کارپوریشن ہی دیتی ہے۔ میٹرو میں مرکزی ریلوے ملازمین کے پاس(Pass)تسلیم نہیں کیے جاتے۔

☆کوکن ریلوے آج بھی پرائیویٹ ہے۔ یہ گوا کے علاقے میں چلتی ہے۔ اس کا الگ سسٹم ہے۔ اس کے ملازمین کا الگ یونیفارم ہے مگر حفاظتی بندوبست مرکزی ریلوے

کے دستور کے تحت ہوتا ہے۔

☆پوری دنیا میں ٹرین کا سب سے زیادہ استعمال ہندوستان میں ہوتا ہے۔

☆اسپیشل ملٹری ٹرین۔ جس میں صرف ملٹری کے جوان سفر کرتے ہیں۔ ان کے کھانے کے لیے روکی جاتی ہے۔

☆یوں ہی ''اسپیشل ٹرین''کسی مقصد۔ مثلاً زیارت یا احتجاجی مظاہرہ، وغیرہ۔ کے لیے بُک کرائی جاتی ہے تو اس کو بھی بک کرانے والوں کی فرمائش کے مطابق اسٹاپ دیا جاتا ہے۔ (گفتگو ختم ہوئی)

خلاصۂ گفتگو

ان تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

۱۔ اپریل ۱۸۵۳ء میں پہلی ٹرین سروس ممبئی سے تھانے تک شروع کی گئی۔

۲۔ ایک عرصہ تک ریلوے کا نظام خود مختار کمپنیوں کے ہاتھوں میں تھا۔

۳۔ ۱۹۰۷ء میں بہت سی ریلوے کمپنیاں حکومت کے کنٹرول میں آگئیں۔

۴۔ آزادیِ ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں سارے خود مختار ریلوے نظام کو ایک یونٹ میں ضم کر کے بھارتیہ ریل کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

۵۔ ریلوے کو قومی ملکیت کا درجہ ۱۹۵۰ء میں حاصل ہوا۔

۶۔ بیس (۲۰) بائیس (۲۲) سال پہلے تک مسافروں کے کھانے، پینے کی سہولتوں کے پیش نظر بڑے بڑے اسٹیشنوں پر ٹرینوں کے رکنے کا وقفہ زیادہ رکھا جاتا تھا۔

۷۔ پھر بہت سی ٹرینوں میں پنٹری کار لگا کر اور بہت سی ٹرینوں میں ریلوے کے عملہ کے ذریعہ ٹرین میں ہی کھانا پہنچانے کا انتظام کر کے یہ زائد وقفہ ختم کر دیا گیا۔ —— ایسا اس لیے ہوا تاکہ ٹرین زیادہ چلے اور فاسٹ رہے اور اس کا نظامِ آمد و رفت متاثر نہ ہو۔

۸۔اب ٹرین نہ ریلوے ملازمین کے لیے روکی جاتی ہے نہ کسی بڑی سی بڑی شخصیت مثلاً وزیر، وزیر اعظم، اور صدر جمہوریہ کے لیے روکی جاتی ہے، یہاں تک کہ لیوَل کراسنگ بھی ان کے لیے نہیں کھولا جاتا۔

۹۔ جو ملازمین کسی ضرورت کی وجہ سے جنگل میں رکھے جاتے ہیں اور وہاں سے کوئی بس وغیرہ بھی نہیں گزرتی، نہ وہاں کوئی بازار ہوتا ہے ان کی آمد و رفت اور حوائج کی فراہمی کے لیے جنگل میں کچھ دیر کا اسٹاپ رکھنا ایک استثنائی امر ہے وہ بھی وہاں بس ایک دو پسنجر ٹرینیں روکی جاتی ہیں، باقی پسنجر اور تیز گام ٹرینیں قطعاً نہیں روکی جاتیں۔

۱۰۔ پہلی اے سی ٹرین ۱۹۳۴ء میں، پہلی راج دھانی ایکسپریس ۱۹۶۹ء میں، پہلی شتابدی ٹرین ۱۹۸۸ء میں شروع کی گئی۔

۱۱۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے زمانے میں عام طور پر پسنجر ٹرینیں چلتی تھیں، اور اسی سے سفر آسان بھی تھا اور بریلی شریف سے جبل پور اور جبل پور سے بریلی شریف کا جو تاریخی سفر آپ نے میل ٹرین سے کیا تھا اس کا انتظام خصوصی طور پر زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد ہوا تھا۔ آپ کے ہم عصر الاسد الاشد حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے التعلیق المجلّی میں اپنے سو سے زیادہ اَسفار کا حال بیان کیا ہے اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ اَسفار پسنجر ٹرین سے ہوئے تھے۔

التعلیق المجلی میں ہے:

والأحوط أن لا یصلّي فیه صلاةً عند مسیرہ و لا یتیمّم فیه لها، فإنّ له وقفاتٍ تَسِعُ لأداء الصلاة بأحسن وجه و قلّما لا یوجد الماء فی وقفة منها ، و إنّی رکبتُ فیه ما یزید علی مأة مرة طولَ اللیل و کمالَ النهار، فکلّما حان الصلاة نزلتُ عنه عند وقفة فتوضّأتُ فیها ثم رکبتُ و نزلتُ عند وقفة أخریٰ فصلیتُ فیها. و ما اتّفق لی مرة أن لم أقدر علی الصّلاة خارجةً

أو لم أجد الماء. فالأشبهُ عدمُ جواز الصلاة فيه عند مسيره.

ترجمہ: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز نہ پڑھے، نہ نماز کے لیے تیمم کرے کیونکہ اسٹیشنوں پر ٹرین کے ٹھہرنے کا وقفہ اتنا ہوتا ہے جس میں خوب اچھی طرح نماز ادا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی اسٹیشن پر پانی نہ ملے۔ میں نے تو سو بار سے زیادہ رات رات بھر اور دن دن بھر ٹرین سے سفر کیے ہیں اور اس دوران جب بھی نماز کا وقت آیا ایک اسٹیشن پر اتر کر وضو کر لیا اور ٹرین میں سوار ہو گیا پھر دوسرے اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھ لی اور کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ ٹرین سے باہر نماز نہ پڑھ سکوں، یا پانی نہ پاؤں۔ لہٰذا حق سے زیادہ مشابہ بات یہ ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین میں نماز ناجائز ہے۔ [1]

اس عبارت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ:

اس زمانے میں عام اَسفار پسنجر ٹرین سے ہوتے تھے کہ زیادہ وہی ٹرین چلتی تھی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسٹیشن پر ان ٹرینوں کا اسٹاپ اتنا ہوتا تھا کہ پلیٹ فارم پر اتر کر اچھی طرح نماز ادا کی جا سکتی تھی اور سو بار سے زیادہ کے طویل اسفار میں کبھی ایسا سانحہ نہ پیش آیا کہ پلیٹ فارم پر نماز نہ ادا کی جا سکے مگر آج کے حالات اس سے بالکل مختلف ہیں۔

جائزہ

یہ چند مفید اور اہم معلومات ہیں جن سے ریل کے زیر بحث مسئلے پر روشنی پڑتی ہے ہم ایک جائزہ کے ذریعہ اسے مزید روشن کرتے ہیں۔

(۱)-آزادیِ ہند سے پہلے بیالیس (۴۲) خود مختار ریلوے نظام یہاں جاری تھے

---

(۱)- التعليق المجلى حاشيه مينة المصلى، ص:٢٥٤، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور

بلفظ دیگر پرائیویٹ کمپنیاں اپنے اپنے حساب سے ریل چلا رہی تھیں۔ خود مختار ہونے کی وجہ سے انھیں یہ اختیار حاصل تھا کہ لوگوں کی دینی و دُنیوی ضرورتوں کے مطابق اپنے نظام الاوقات بنائیں اور اپنے حساب سے ریل چلائیں انھیں کسی کی باز پرس اور مواخذے کا قطعی اندیشہ نہیں تھا جیسے آج کی نجی ٹراویلس کمپنیاں بس چلانے، روکنے میں اس کا لحاظ رکھیں تو ان پر تعزیراتِ ہند کی کوئی دفعہ نافذ نہ ہوگی، یا آج بھی کوئی کمپنی حکومت سے اجازت لے کر ریل چلائے اور وہ مسافروں کی دینی، دُنیوی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے نظام الاوقات بنالے تو کوئی ان سے باز پُرس نہ کرے گا، بلکہ ایسا بارہا ہوا بھی ہے کہ کسی مسلم تنظیم یا پارٹی نے حکومت سے ریل کرائے پر لے لی اور انھوں نے اپنی نماز کے لیے بھی ریل روکی اور حکومت راضی رہی کہ یہ سب خود مختار تھے۔

(۲)- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے ایک فتوے میں جو یہ انکشاف فرمایا ہے کہ:

انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے (ریل) روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع مِن جِهةِ العباد ہوا۔[1]

اس کا تعلق ایسے ہی خود مختار ریلوے نظام سے ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ "انگریز اپنے کھانے کے لیے روکتے ہیں" بلکہ یہ فرما رہے ہیں کہ "انگریزوں کے کھانے کے لیے روکی جاتی ہے" اس لفظ سے ظاہر یہی ہے کہ چلانے اور روکنے کا انتظام کسی اور ہاتھ میں تھا، انگریزوں کے ہاتھوں میں نہیں تھا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہاں کی انگریزی حکومت ریل نہیں چلاتی تھی۔

"کھانے کے لیے روکنے" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں کھانے کا وقت ہوا ڈرائیور نے اپنی مرضی سے روک دیا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ ریلوے ٹائم ٹیبل میں کھانے

---

(۱)- فتاویٰ رضویه، ص:٤٤، ج:٣، سنی دارالاشاعت. واضح ہو کہ یہ فتویٰ اوائل شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق اپریل ۱۹۲۱ء کا ہے۔ ۱۲ منہ

کا وقفہ بھی شامل ہوتا ہے اور کھانے کے وقت میں جہاں ریل کا اسٹاپ ہوتا ہے وہاں ریلوے کمپنی کی طرف سے انگریزوں کو نگاہ میں رکھ کر کھانے کے لیے وقفہ بڑھا کر رکھا جاتا ہے۔ یہ ہے ''کھانے وغیرہ کے لیے روکنا''۔ تو کمپنی کا انگریز بہادر کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹائم ٹیبل میں وقفہ رکھنا اور نماز کے لیے وقفہ نہ رکھنا یہ خالص بندے یعنی کمپنی کا فعل ہے جس میں وہ خود مختار ہے کسی قانونِ مملکت کے تحت مجبور نہیں ہے۔

ہاں! ''۱۹۰۷ء میں بہت سی ریلوے کمپنیاں حکومت کے کنٹرول میں آگئیں'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ ''ریلوے'' انگریزی حکومت کی ملک ہو گیا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ ''ریلوے'' کمپنیوں کی ہی ملک رہا مگر حکومت نے انتظامی و حفاظتی اصلاحات اور اپنے مالی وسائل میں فروغ کے لیے اسے اپنے کنٹرول میں لیا۔ تقریبِ فہم کے لیے عرض ہے کہ اس سے کچھ قریب اور ملتی جُلتی شکل آج کے اَنڈر ٹکن (Under Taken) بسوں کی ہے کہ بسیں مِلک ہیں عوام کی، اور ان پر کنٹرول ہے حکومت کا، مگر بسوں کے مالکان مجبور نہیں ہیں۔

ریلوے کمپنیاں اپنے مقررہ حدود میں ریل چلاتی تھیں، مسافر کو اس حد سے آگے جانا ہوتا تو اس حد پر واقع اسٹیشن پر اتر کر وہاں سے دوسری کمپنی کے ریل میں سوار ہو کر منزل تک پہنچتا، حکومت کی اصلاحات سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک کمپنی کی ریل دوسری کمپنی کی حدود میں بھی چلنے لگی جس سے مسافروں کو بہت سہولت ہوئی اور کمپنیوں نے باہم کچھ اخراجات دینے، لینے کی قرار داد پاس کر لی۔

(۳)--۱۹۵۰ء میں ریل کو قومی ملکیت کا درجہ حاصل ہوا اور محکمۂ ریل نے مختصر اور طویل سے طویل تر اَسفار کی سہولتیں فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، آج کا ریلوے نظام ایک جامع و منضبط نظام ہے، اب پیسنجر، ایکسپریس، سُپر فاسٹ، راجدھانی، شتابدی، سمپرک کرانتی کوئی ٹرین کسی کی شخصی، دینی، دُنیوی ضرورت کے لیے نہیں روکی جاتی، ریلوے ٹائم ٹیبل میں اس امر پر نظر مرکوز رکھی جاتی ہے کہ ٹرین زیادہ اور فاسٹ کیسے چلے، اس کی خلاف ورزی

قانون کی نگاہ میں جرم ہے اس لیے ڈرائیور کو ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں کہ جہاں چاہے ٹرین روک دے، یا اپنی مرضی سے مقررہ وقفہ سے زیادہ روک دے۔

ہاں ''حسّی اختیار'' اسے ضرور حاصل ہے کہ جب چاہے بریک لگا کر ٹرین کے دیو ہیکل وجود کو منجمد کر دے مگر پھر قانون بھی اس کے اس ''اختیارِ حسی'' پر ضرب کاری لگائے بغیر نہیں رُکے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ حکومت کے قانونِ تعزیرات کی مخالفت ناجائز و گناہ ہے کیوں کہ یہ مخالفت ذلت و رسوائی اور قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کرتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی برطرف ہونا پڑے جو ''شقیقِ نفس'' مال کو ٹھوکر مارنے کے مترادف ہے، خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ملکی قانون کی مخالفت کو فتاویٰ رضویہ میں متعدّد مقامات پر ناجائز و گناہ قرار دیا ہے۔

تو موجودہ حالات میں ڈرائیور کو غیر قانونی طور پر ٹرین روک دینے کا ''اختیارِ شرعی'' ہرگز حاصل نہیں۔ پھر قانون کی مخالفت کی صورت میں ایک شریف اور باعزت انسان کو ذلت و رسوائی کا جو خوف پیدا ہوگا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

(۴)- جو مسافر معذور نہ ہو وہ ''چین پُلنگ'' کر کے جہاں چاہے ٹرین اپنے دینی، دُنیوی امور کے لیے روک سکتا ہے یعنی اسے اس کا ''اختیارِ حسّی'' حاصل ہے مگر جیسا کہ ابھی بیان ہوا عام حالات میں اسے اس کا ''اختیار شرعی'' حاصل نہیں کہ کچھ ایمرجنسی صورتوں کے سوا ''چین پُلنگ'' کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے اور بہر حال اس ''قانونِ تعزیر'' کی خلاف ورزی پر اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوف پیدا ہوگا جو عُذرِ سماوی ہے۔

احکام پر اثر

قدیم و جدید نظامِ ریل کے ایک مختصر مطالعہ پھر اس کے جائزے سے چلتی ریل

میں نماز کے جو احکام عیاں ہو کر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ انگریزوں کے عہدِ حکومت میں ریل کا نظام خود مختار کمپنیوں کے ہاتھوں میں تھا، انھیں اس بات کا کُلّی اختیار حاصل تھا کہ نماز کے اوقات میں ریل کے ٹھہرنے کا وقفہ بڑھا دیں جیسا کہ کھانے کے اوقات میں انھوں نے ٹھہرنے کا وقفہ بڑھا رکھا تھا۔ انھیں کسی قانونِ تعزیر کا خوف نہیں تھا، نہ ہی کسی کو اس بارے میں اُن سے مواخذے اور باز پُرس کا حق حاصل تھا، پھر بھی وہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکتے تھے اور نماز کے لیے نہیں روکتے تھے تو یہ یقینا "مَنع مِنْ جِهَةِ العِباد" ہوا جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ میں تحریر فرمایا، تو پھر اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو فتاوی رضویہ میں مرقوم ہے کہ چلتی ٹرین میں فرض اور واجبِ حقیقی اور واجبِ حکمی نمازیں نہیں ہوں گی، وقت نکلتا دیکھے تو احترامِ وقت کے لیے پڑھ لے، پھر بعد میں اعادہ کرے۔

۲۔ مگر اب وہ سارا نظام مکمل بدل چکا ہے، اب نہ خود مختار کمپنیاں ہیں، نہ ان کا ریلوے نظام، نہ وہ وسیع اختیارات و حقوق۔ اب حکومت ہند کے محکمہ ریل کا نظام مکمل طور پر نافذ ہے اور اس کے قانونِ تعزیرات کے مضبوط اور سخت پنجے سے ہر عام و خاص آگاہ۔ مسافر اور ڈرائیور سب کو معلوم ہے کہ اس سے پنجہ آزمائی سخت ذلت و رسوائی کا سبب ہوگا جو ناجائز ہے، نیز قانون کو توڑتے وقت ہر باضمیر شخص کے دل میں یہ خوفِ ذلت و رسوائی پیدا ہوگا اور جیسا کہ ثابت شدہ ہے یہ خوف خدائے قادر و توانا کی طرف سے پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول، رسالہ: "حسن التعمم" میں اس کی صراحت ہے۔ اس لیے اب یہ عذر سماوی ہے اور "منع مِن جهة الله" لہٰذا اب چلتی ریل میں فرض، واجبِ حقیقی اور واجبِ حکمی ساری نمازیں پڑھنا جائز ہے جیسا کہ نوافل اور عام سُنن پڑھنا جائز ہے۔

چلتی ٹرین میں جوازِ نماز کی یہ دلیل بجائے خود اہم ہے کہ یہ خود اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام کا مفہوم[۱] و مراد ہے۔

ایک سوال: یہ صحیح ہے کہ اب ٹرین کا سارا نظام بدل چکا ہے اور قانون کے خلاف اسے روکنے میں ذلت و رسوائی کا خوف ہے، نیز قانون شکنی شرعاً ناجائز ہے مگر یہ ''عذرِ سماوی'' کیسے ہے؟

''عذرِ سماوی'' تو اسے کہتے ہیں جس کے باعث بندہ حکم الٰہی کی بجاآوری سے عاجز ہو اور اس میں کسی بندے کے عمل کا کوئی دخل نہ ہو۔ اور یہاں تو ''قانونِ تعزیر'' بندہ ہی بناتا ہے جو مکمل طور پر بندے کا عمل ہے تو یہ عذر از جانبِ بندہ ہوا، نہ کہ از جانبِ رب۔ اور بندے کی جانب سے عذر پایا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

جواب: واقعہ یہی ہے کہ ریلوے کا قانونِ تعزیر بندے کا بنایا ہوا ہے مگر حکومت کی طرف سے اس قانون کے نفاذ کے وقت سے ہی قانون ساز بندہ بھی اس کے آگے بے دست و پا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حکومت بھی بے اختیار ہو جاتی ہے، حکومت نام ہے ''وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کا'' اور جیسا کہ دستور کے زیر عنوان بیان ہوا، یہ لوگ ریلوے کراسنگ کا گیٹ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں کھول سکتے، نہ ہی اپنے اس ادنیٰ ملازم سے کھلوا سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہوگا کہ جب ٹرین چل رہی ہوتی ہے اس وقت اسے روکنے سے ڈرائیور بھی عاجز ہوتا ہے، گارڈ بھی، اور حکومت و قانون ساز بورڈ بھی، اس وقت اس عجز میں

---

(۱)۔ ''مفہوم'' سے مراد ہے ''مفہوم مخالف'' اور مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو یہ فرمایا کہ: ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے (ریل) روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو ''مَنع مِن جِهَةِ العباد'' ہوا، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین نہ روکی جائے اور نماز کے لیے بھی نہیں تو ''منع من جهة العباد'' نہ ہوگا اور آج کے حالات یہی ہیں کہ ریل نہ کسی کے کھانے کے لیے روکی جاتی ہے، نہ نماز کے لیے۔ لہٰذا یہ منع مِن جِهَةِ العباد نہیں، تو خود فتاویٰ رضویہ کے مفہوم سے ثابت ہوا کہ آج کے زمانے میں چلتی ریل میں نماز جائز ہے، یہ ہے کلامِ رضا کی مراد۔ ۱۲ منہ

بندے کے کسب واختیار اور صنع وعمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت تو وہ عاجز ہے، بے اختیار ہے، اس کے اختیار وعمل کا دخل کیا ہوگا، اس لیے یہ عذر سماوی ہے۔
"عذر از جانبِ عبد" اس وقت ہوتا ہے جب کہ بندہ اپنے عمل واختیار سے عذر کا سببِ قریب وسببِ مباشر بنے جیسا کہ فقہی جزئیات اس کی شاہد ہیں اور یہاں ایسا نہیں، لہٰذا یہ "عذر از جانبِ بندہ" نہیں بلکہ "از جانبِ رب" ہے۔ اور حکم ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے، پھر بعد میں اسے دُہرانے کی حاجت نہیں۔

دوسری دلیل:

اب انھیں اصولوں سے روشنی حاصل کرتے ہوئے جواز نماز کی دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیں:

فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ مسافر کسی عذر شرعی کی بنا پر سواری سے اترنے سے عاجز ہو مثلاً اسے اپنی جان یا مال کا خطرہ ہے، یا دوبارہ سواری پر سوار نہ ہو سکے گا تو اسے چلتی ہوئی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے، یہاں تک کہ اگر اسے یہ امید ہو کہ وقتِ نماز کے اندر ہی وہ عذر ختم ہو جائے گا تو بھی اسے چلتی سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے کہ گو یہ عذر آگے چل کر ختم ہو جائے گا مگر ابھی تو اسے وسعت نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وجوبِ نماز کا سبب وہ وقت ہوتا ہے جس میں نماز شروع کی جائے اور اس مسافر نے جس وقتِ نماز شروع کی اس وقت وہ سواری سے اترنے سے معذور تھا۔

ردالمحتار میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

تنبیه: بقی شئ لم أر من ذكره، وهو أن المسافر إذا عجز عن النزول عن الدابّة لعذرٍ من الأعذار المارّة وكان على رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت كالمسافر مع ركب الحاج الشريف، هل له أن يُصلّي

العشاء مثلا على الدابّة أو المحمل فى أول الوقت إذا خاف من النزول.

أم يؤخر إلى وقت نزول الحجّاج فى نصف اللّيل لأجل الصلاة؟—والذى يظهر لى الأول، لأن المُصلّى إنما يكلّف بالأركان والشروط عند إرادة الصلاة والشروع فيها، وليس لذلك وقت خاص، ولذا جازله الصلاة بالتيمم أول الوقت وإن كان يرجو وجودالماء قبل خروجه، وعلّلوه بأنه قد أدّاها بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها وهو ما اتّصل به الأداء اھ.ومسألتنا كذلك.

و فى تيمم الحلية عن المبتغى:بل الظاهر الجواز، وإن لم يخف فوت الوقت كما هو ظاهرُ إطلاقهم، نعم الأَوْلىٰ أن يصلى كذلك، إلا إذا خاف فوت الوقت بالتأخير (فيجبُ-ن) كما فى الصّلاة بالتيمّم اھ.

ترجمہ: مسافر جب مذکورہ اَعذار میں سے کسی کی بنا پر چوپائے سے اترنے سے عاجز ہو اور اسے وقت نکلنے سے پہلے عذر کے جاتے رہنے کی توقع (ظن غالب) ہو جیسے شریف حاجیوں کے قافلے کے ساتھ سفر کرنے والے کو اس کی توقع ہوتی ہے، تو کیا:

(۱)- اس کے لیے یہ جائز ہے کہ چوپائے پر ہی عشا کی نماز اولِ وقت میں پڑھ لے جب کہ اسے سواری سے اترنے پر خوف واندیشہ ہو؟

(۲)- یا نصفِ شب میں حاجیوں کے نماز کے لیے اُترنے کے وقت تک نماز میں دیر کرے؟

میری نگاہ میں ظاہر یہ ہے کہ اسے اولِ وقت میں عشا پڑھ لینا جائز ہے، اس لیے کہ نمازی نماز شروع کرنے کے وقت ارکان وشرائطِ نماز کا مکلف ہوتا ہے اور پورے وقتِ نماز میں "شروعِ نماز" کے لیے کوئی جز خاص نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اولِ وقت میں تیمم کرکے اسے نماز پڑھ لینا جائز ہے اگر چہ اسے وقت نکلنے سے پہلے پانی مل جانے کی امید ہو۔ فقہا نے اس کی علّت یہی بتائی ہے کہ نماز کا سببِ وجوب وقت کا وہ جز

ہے جو ادا سے متّصل ہو اور اس سبب کے پائے جانے کے وقت اسے جو قدرت میسر ہوئی اس کے مطابق اس نے نماز ادا کرلی، ہمارے زیرِ بحث مسئلے کا حال بھی ایسا ہی ہے۔

اور حلیہ کے باب تیمم میں مبتغی کے حوالے سے ہے کہ ظاہر اولِ وقت میں نماز کا جواز ہے اگرچہ وقت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو کہ اطلاقِ فقہا سے ظاہر یہی ہے۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ زوالِ عذر تک تاخیر کرے مگر یہ کہ تاخیر کی صورت میں نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو (تو پہلے ہی پڑھ لینا واجب ہے) جیسا کہ تیمم سے نماز کا حکم اسی طور پر ہے۔[1]

"إذا خاف مِنَ النُّزول" فرما کر علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ چلتی سواری پر نماز کی اجازت "خوف بوجہِ نزول" کی بنا پر ہے یعنی سواری سے اترنے پر جان یا مال کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، یا یہ اندیشہ ہو کہ اترنے کے بعد دوبارہ سوار نہ ہو سکے گا۔

ریل کے مسئلے میں بھی یہ دونوں اندیشے موجود ہیں۔

چلتی ٹرین سے کوئی کودنے کی جُرأت کرے تو جان کا اندیشہ ظاہر ہے اور مال کے ضیاع کا اندیشہ بھی ضرور ہے اور چلتی ٹرین سے کودنے کے بعد دوبارہ اس پر سوار ہونے سے عجز ظاہر ہے۔ اس لیے "خاف من النزول" یہاں خوب صادق ہے۔

جب "خوف بوجہِ نزول" کے باعث چلتے چوپایے پر نماز جائز ہے تو اسی طرح کے، بلکہ اس سے بھی بڑے خوف کی بنا پر چلتی ٹرین پر بھی نماز جائز ہوگی۔

رفعِ اشکال:

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوی رضویہ میں اعادہ کا حکم کیوں دیا؟

(١)-رد المحتار، باب الوتر والنوافل. مطلب فی الصلوٰۃ علی الدابّة، ص:٥١٧، ج:١، ماجدیه، باکستان

تو عرض ہے کہ آپ کے دور میں انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکی جاتی تھی اور نماز کے لیے نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ریل چلانے والے مالکان ٹرین روکنے پر قادر تھے اور نماز کے لیے ٹرین روکنے پر انھیں اپنے وقار اور عزتِ نفس کا کوئی خطرہ نہ تھا تو ان کا انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکنا اور نماز کے لیے نہ روکنا اپنے اختیار وکسب سے ہوا، یہ کسی قانون اور دستور کے تحت نہ ہوا، کسی قانون اور دستور کے ماتحت ہوتا تو کیا طعام اور کیا نماز سب کے لیے ٹرین رکتی یا کسی کے لیے نہ رکتی۔

اس کے بر خلاف قافلۂ حُجاج کا اُس زمانے میں۔ جیسا کہ عبارتِ منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دستور تھا کہ وہ نصفِ شب کے وقت نماز کے لیے قیام کرتے، ایسا نہ تھا کہ بعض اشخاص یا بعض اہلِ مذاہب یا سالار قافلہ کے لیے پہلے رُکیں اور باقی کے لیے نصف شب میں۔ تو ان کا وہ عمل ایک مقررہ دستور کے مطابق تھا اس لیے انھیں اعادۂ نماز کا حکم نہ ہوا۔ اور آج اب ریل بھی ایک مقررہ دستور کے تحت چلتی ہے اس لیے آج چلتی ریل میں بھی نماز پڑھنے پر اعادۂ نماز کا حکم نہ ہوگا۔

ایک دوسرے اشکال کا ازالہ:

پچھلے زمانے میں جب لوگ چوپایے پر سفر کرتے تھے انھیں چوپائے سے اتر کر نماز پڑھنے میں قافلے کے چلے جانے پھر تنہا ہونے پر جان ومال کا اندیشہ تھا اس لیے یہ عذرِ سماوی ہوا۔ مگر آج کے زمانے میں ریل سے اتر کر نماز پڑھنے کی صورت میں عموماً تنہا ہو جانے کا خوف نہیں رہتا، نہ ہی جان ومال کا اندیشہ۔

تو عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”ریل چلے جانے کے اندیشے کو قافلہ چلے جانے کے اندیشے“ کے حکم میں ہی مانا ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ کے درج ذیل اقتباس سے عیاں ہے:

اقول: ریل میں ہے اور اُس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تو تیمم کرے مگر جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لأنّ المانع مِن جهة العباد.

اور اگر (ریل سے) اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور اگر (اتر کر پانی لانے میں) ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔ یہ اس مسئلے کے حکم میں ہے کہ پانی میل سے کم ہے مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اُس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔

اقول: یا اگرچہ ابھی نگاہ سے غائب نہ ہوگا مگر یہ ایسا کمزور ہے کہ (قافلہ سے) مل نہ سکے گا۔ قال فی البحر: عن أبی یوسف: إذا کان بحیث لو ذهب إلیه و توضّأ تذهب القافلة و تغیب عن بصره فهو بعید و یجوز له التیمم و استحسن المشایخ هذه الروایة ، کذا فی التجنیس ا ھ. [1]

حق یہ ہے کہ چوپائے سے اترنے میں بھی خوف ہے اور ریل سے اترنے میں بھی، گو خوف کی نوعیت جدا جدا ہے۔ اسی لیے فقیہ فقید المثال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "ریل چلے جانے کے اندیشے" پر وہی حکم جاری فرمایا جو "قافلہ چلے جانے کے اندیشے" پر جاری فرمایا ہے۔

فائدہ: جو اَعذار تیمم کے جواز کے لیے معتبر ہیں وہ اَعذار چلتی سواری پر نماز کے جواز کے لیے بھی معتبر ہیں اس حیثیت سے دیکھا جائے تو فتاوی رضویہ کے درج بالا اقتباس سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ ریل کے چلے جانے کے اندیشے سے چلتی ریل میں نماز جائز و صحیح ہے کہ یہ خوف از جانب رب عزّوجل ہے، نہ کہ از جانبِ بندہ۔ اس لیے اس مقام پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیے، یہ چلتی ریل میں جوازِ نماز کی تیسری دلیل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے کلام میں ایسی باریکیاں پائی جاتی ہیں

(۱)-فتاویٰ رضویه، ص:٦١٤، ج:١، رساله حسن التعمم. سن تصنیف ١٣٢٥ھ

جنہیں اچھی طرح غور وفکر کے بعد ہی سمجھا جا سکتا ہے اور کچھ بھی عجلت لغزشِ فہم وشعور کا سبب بن سکتی ہے۔

خلاصۂ احکام

۱۔ حضرت صدر الشریعہ (مصنف بہار شریعت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذِ جلیل حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان کے زمانے میں اَحوط وَاَشْبَہ یہ تھا کہ چلتی ٹرین میں نماز ناجائز ہے کیونکہ ٹرین ہر اسٹیشن پر اتنی دیر ٹھہرتی تھی جس میں اچھی طرح نماز ادا کی جا سکے۔ مگر آج کا حال اس سے بہت زیادہ مختلف ہے کہ ایک تو عام طور پر ٹھہرنے کا وقفہ کم ہوتا ہے، دوسرے ٹرین رکتے ہی مسافروں اور سامان بیچنے والوں کا ہجوم بے تحاشا اِدھر اُدھر تیزی سے بھاگتا ہے۔ اس کے باعث ریل کے قریب سکون کے ساتھ نماز کی جگہ نہیں مل پاتی۔

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے ریل روکی جاتی تھی اور اب کسی کے لیے نہیں روکی جاتی، بلکہ اب کسی کے کھانے وغیرہ کے لیے روکنا قانوناً جرم ہے اس لیے اب چلتی ٹرین میں فرض اور واجب نمازیں صحیح ہیں، ان کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

ہاں اگر ظن غالب ہے کہ وقت کے اندر ٹرین کسی بڑے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں اس کا اسٹاپ آٹھ، دس منٹ یا زیادہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ باوضو تیار رہے اور اسٹیشن آتے ہی اتر کر فرض اور واجب نمازیں پڑھ لے اور اگر یہ انتظار کیے بغیر پہلے ہی پڑھ لی تو بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

☆☆☆

مجلسِ شرعی کا فیصلہ

چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں

یہ خود فتاویٰ رضویہ سے ثابت ہے

﴿دوسری، تیسری، چوتھی نشست﴾

۶/۷/رجب ۱۴۳۴ھ/۱۷/۱۸/مئی ۲۰۱۳ء، شنبہ، یک شنبہ

اجمالی فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-حامداً ومصلیاً

اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے۔ پھر بعد میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ فیصلہ یوں تحریر ہوا:

تفصیلی فیصلہ

مجلس شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے بیسویں فقہی سیمینار (منعقدہ ۶/۷/۸/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۷/۱۸/۱۹/مئی جمعہ، سنیچر، اتوار، بمقام جامعۃ البرکات علی گڑھ) کا ایک موضوع ہے: "چلتی ٹرین پر فرض نمازوں کا حکم۔"

اس عنوان کے تحت سوال نامہ میں یہ تفصیل دی گئی کہ فرض اور واجب حقیقی یا حکمی

نمازوں کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے۔ مگر جب کوئی مانع در پیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔

اگر یہ مانع یا عذر سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔

چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے۔ چلتی ٹرین میں استقرار سے مانع براہ راست بندہ ہے یا یہ بندے کے اختیار سے نکل کر مانع سماوی قرار پا چکا ہے؟ بصورت اول چلتی ٹرین میں ادائیگی کے بعد اعادہ واجب ہے بصورت دوم ادائیگی کے بعد اعادہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے ۱۹۲۱ء میں یہ لکھا تھا کہ "(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جهة العباد ہوا۔ اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوالِ مانع اعادہ کرے۔"(۱)

بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادیِ ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لیے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لیے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لیے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب

(۱)- فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:٤٤، سنی دارالاشاعت مبارکپور

ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں جنھوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جهة العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

آزادی کے بعد ریلوے نظام پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھ سے نکل کر خود حکومت کے ہاتھوں میں آگیا۔ حکومت نے منزل تک جلد پہنچانے اور مسافروں کی راحت رسانی کے خیال سے ایسی ٹرینیں چلائیں جن میں اسٹاپ کم سے کم ہو اور مسافروں کی بشری ضروریات کی فراہمی خود ٹرین میں مکمل کرنے کی کوشش کی۔ اب جہاں کہیں ٹرینیں رکتی ہیں تو سب کے لیے، جہاں نہیں رکتیں تو کسی کے لیے نہیں۔ یہ صورت حال زمانۂ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لیے آج حکم بھی مختلف ہوگا۔ جب ٹرین کسی فرد یا قوم یا جماعت کے خاص کام کے لیے نہیں روکی جاتی تو خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا، کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب۔ اس لیے یہ منع اب منع من جهة العباد نہ رہا۔

اس کی ایک دلیل خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب و سنت میں اگرچہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا و کلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

"(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جهة العباد ہوا۔"[۱]

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لیے روکنے اور دوم کے لیے نہ روکنے کے سبب منع من جهة العباد ہونے کا حکم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لیے

---

(۱)- فتاویٰ رضویه، ج:۳، ص:٤٤، سنی دارالاشاعت مبارکپور

روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لیے نہ روکی جائے تو منع من جهة العباد نہیں۔''

خود اسی عبارت سے مفہوم و مستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لیے نہیں روکی جاتی تو منع من جهة العباد نہ رہا لہٰذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔

دوسری دلیل: فتاویٰ رضویہ جلد اول (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵ر صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰ کے تحت ہے: اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۴ ہے، (نمبر ۳۴ یہ ہے: مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب کہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی ہے وہ مال جانے یا ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لیے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے۔

الحاصل: موجودہ حالات میں چلتی ٹرین پر سنن و نوافل کی طرح فرض و واجب

نمازوں کی ادائیگی بھی صحیح ہے اور ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت، یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جب کہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یا رُکی ہوئی ٹرین پر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لیے "ظرف" ہے۔ "معیار" نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متّصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کی تکمیل سے قاصر تھا اس لیے اس کی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغازِ ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط وارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنی موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کرلی ہے۔ البتہ اس کے لیے نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس کے لیے تیمم کو آخری وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہٰذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کیے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کرکے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ ردالمحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔

(ملاحظه هو تنویر الابصار، درمختار، رد المحتار باب التیمم. ج:۱، ص:۳۷۰، دار احیاء التراث العربی. بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲، ص:۴۹۰، دارالکتب العلمیه، بیروت طبع ثانی)

******

شرکائے سیمینار

۱- حضرت امینِ ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہِ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

۲- حضرت مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ، مہتمم دارالعلوم امجدیہ، ناگ پور۔ (۱)

۳- حضرت مولانا محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

۴- حضرت مولانا عبد الشکور مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

۵- حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی، دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔

---

(۱)-مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فیصلے سے حضرت مولانا مفتی محمد مجیب اشرف رضوی ناگ پوری دام ظلہٗ نے رجوع نہیں کیا ہے، بلکہ فتاویٰ رضویہ میں درج فتوے کی تصدیق کی ہے۔ میں نے ۲۲/۱۱/۱۴۳۴ھ کو ان سے فون کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے چلتی ٹرین میں نماز کے تعلق سے توبہ ورجوع کر لیا ہے، تو انھوں نے بہت واضح لفظوں میں یہ جواب دیا کہ میں نے مجلسِ شرعی کے فیصلے سے نہ توبہ کیا ہے، نہ رجوع۔

انھوں نے بتایا کہ واقعہ یہ ہے کہ علی گڑھ سیمینار سے واپسی پر ایک صاحب نے فون کر کے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے خلاف فیصلہ کر دیا ہے، تو ان کے جواب میں میں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں، نہ مجلسِ شرعی والوں نے ایسا کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جس حیثیت سے فتویٰ صادر فرمایا ہے، میں اس کو حرف بہ حرف حق وصواب مانتا ہوں۔

اس سلسلے میں ہمارے معزز قارئین یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لیں کہ فتاویٰ رضویہ کے اس فتویٰ سے مجھے بلکہ فقہی سیمینار علی گڑھ کے شرکا و مندوبین میں سے کسی کو ہرگز کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اس کے منطوق اور مفہوم دونوں سے سب کا اتفاق ہے، اور فیصلے کی بنیاد بھی اسی فتوے کے مفہوم پر ہے۔ نظام غفرلہ۔

۶- حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۷- حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی، مہتمم دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو۔
۸- حضرت مولانا عبد المنان کلیمی، مراد آباد۔
۹- حضرت مولانا محمد حنیف رضوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف۔
۱۰- حضرت مولانا عبد الحق رضوی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔
۱۱- حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۱۲- حضرت قاضی فضل احمد مصباحی، استاذ و مفتی جامعہ عربیہ، ضیاء العلوم، بنارس۔
۱۳- حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۱۴- حضرت مولانا قاضی شہید عالم رضوی، استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف۔
۱۵- حضرت مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی۔
۱۶- حضرت مولانا نصر اللہ رضوی مصباحی، استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، مئو۔
۱۷- حضرت مفتی بدر عالم مصباحی، مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۱۸- حضرت مفتی محمد نسیم مصباحی، مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۱۹- حضرت مولانا محمد مسعود احمد برکاتی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۲۰- حضرت مولانا مفتی ابرار احمد امجدی برکاتی، مرکزِ تربیتِ افتا، اوجھا گنج، بستی۔
۲۱- حضرت مولانا محمد انور نظامی مصباحی، مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ۔
۲۲- حضرت مولانا ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۲۳- حضرت مفتی محمد معراج القادری، مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۲۴- حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی، استاذ دار العلوم اشرفیہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو۔
۲۵- جناب مولانا ناصر حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۲۶- جناب مولانا محمد معین الدین مصباحی، استاذ و مفتی دار العلوم بہار شاہ فیض آباد۔

۲۷- جناب مولانا شیر محمد خاں مصباحی، مدرس دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ۔
۲۸- جناب مولانا دست گیر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۲۹- جناب مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۳۰- حضرت مولانا منظور احمد خاں عزیزی، شیخ الحدیث و مفتی جامعہ عربیہ سلطان پور۔
۳۱- حضرت مولانا ایاز احمد مصباحی، جامعہ قادریہ، کونڈوا، پونہ۔
۳۲- جناب مولانا ابرار احمد اعظمی، استاذ دار العلوم ندائے حق، جلال پور، امبیڈکر نگر۔
۳۳- جناب مفتی زاہد علی سلامی، استاذ و مفتی دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور۔
۳۴- جناب مولانا محمد عارف اللہ فیضی مصباحی، مدرس مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، مئو
۳۵- جناب مولانا محمد شہاب الدین اشرفی، صدر شعبۂ افتا جامع اشرف، کچھوچھہ شریف۔
۳۶- جناب مولانا اختر کمال قادری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۳۷- جناب مولانا شہاب الدین احمد نوری، استاذ و مفتی دار العلوم اہلِ سنت فیض الرسول، براؤں شریف، سدھارتھ نگر (یوپی)
۳۸- جناب مولانا محمد مسیح احمد قادری مصباحی، پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور۔
۳۹- حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مصباحی، استاد دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا، بلرام پور
۴۰- جناب مولانا عبد السلام قادری، شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور
۴۱- جناب مولانا محمد ہارون مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۴۲- مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
۴۳- جناب مولانا محمد سلیمان مصباحی، استاذ و مفتی جامعہ عربیہ، سلطان پور۔
۴۴- جناب مولانا شبیر احمد مصباحی، استاذ دار العلوم اہلِ سنت قادریہ سراج العلوم، برگدہی، ضلع مہراج گنج۔

۴۵- جناب مولانا اختر حسین فیضی، استاد الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

۴۶- جناب مولانا نور احمد قادری مصباحی، استاذ، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

۴۷- جناب قاضی فضل رسول مصباحی، استاذ دار العلوم اہلِ سنت قادریہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج۔

۴۸- جناب مولانا غلام محمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

۴۹- جناب مولانا محمد قاسم اعظمی مصباحی، استاذ جامعہ احسن البرکات، خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ شریف، ایٹہ (یوپی)

۵۰- جناب مولانا محمد شمس الدین، متدرب جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

۵۱- جناب مولانا محمد نوشاد ازہری، جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف۔

۵۲- جناب مولانا وسیم اکرم رضوی، المتدرب علی الافتا بالجامعۃ الاشرفیہ، مبارک فور۔

۵۳- جناب مولانا فیض احمد متدرب جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

شرکاے سمپوزیم

"فقہی سمپوزیم برائے ثبوتِ ہلال" اجمیر شریف میں ۱۱/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۲۰۱۳ء، پنج شنبہ میں بھی چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلے پر گفتگو ہوئی اور حق واضح ہونے کے بعد جملہ شرکائے سیمینار نے انشراحِ صدر کے ساتھ دستخط کیے۔

(۱)- حضرت مولانا سید محمد مہدی میاں چشتی، گدی نشیں آستانۂ غریب نواز، بیت النور، جھالرہ، درگاہِ معلیٰ، اجمیر شریف۔

(۲)- حضرت مولانا قاضی توصیف احمد صدیقی، قاضیِ شہر اجمیر شریف، امام و خطیب شاہ جہانی مسجد، درگاہِ معلیٰ، اجمیر شریف۔

(۳)- حضرت مولانا ابو العرفان محمد نعیم الحلیم انصاری قادری رزاقی فرنگی محل، صدر دار القضاء حنفیہ نظامیہ، فرنگی محل، لکھنؤ۔

(۴)- حضرت مولانا محمد عالم قادری، شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، بستی (یوپی)

(۵)- حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی، شیخ الحدیث جامعہ صمدیہ دار الخیر، پھپھوند شریف، ضلع اوریا۔

(۶)- حضرت مولانا اسید الحق قادری بدایونی، خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

(۷)- حضرت مولانا محمد رحیم اکبری خادم دار العلوم فیض صدیقیہ سوجا شریف، تحصیل چوہٹن، ضلع باڑمیر، راجستھان۔

(۸)- حضرت مولانا محمد قمر عالم رضوی، چیف قاضی رویتِ ہلال کمیٹی، مکرانہ ضلع ناگور شریف، راجستھان

(۹)- حضرت مولانا محمد عبد القادر رضوی اشفاقی، ناظمِ تعلیمات جامعہ جواری الفاطمہ و خطیب و امام سنی محمدی مسجد مکرانہ، ناگور شریف، راجستھان

(۱۰)- حضرت مولانا محمد دل شاد احمد قادری، استاذ و مفتی مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف۔

(۱۱)- حضرت مولانا محمد یونس مصباحی مدرس دار العلوم فیضان اشرف، باسنی، ناگور شریف

(۱۲)- جناب مفتی محمد سلمان نعیمی برکاتی، مدرس و مفتی جامعہ نعیمیہ دیوان بازار، مراد آباد۔

(۱۳)- جناب مولانا محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، ضلع اوریا۔

(۱۴)- مولانا محمد کمال الدین اشرفی مصباحی صدر شعبۂ افتا و شیخ الحدیث ادارۂ شرعیہ اترپردیش، رائے بریلی۔

(۱۵)- جناب مولانا محمد رفیق الاسلام مصباحی، صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز، کھجرانہ، اندور، ایم پی۔

(۱۶)- جناب مولانا قاضی محمد اکرم عثمانی، خطیب و امام شاہی جامع مسجد و قاضیِ شہر میرٹا سٹی، راجستھان۔

(۱۷)- جناب مولانا عبد المنان قادری، مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں۔

(۱۸)- جناب مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، مدرس مدرسہ ضیاء مصطفیٰ و مدرس سوادِ اعظم دہلی۔

(۱۹)- جناب مولانا محمد اشرف برکاتی، گوڑاباس مسجد، مکرانہ، راجستھان۔

(۲۰)- جناب مولانا غلام سید علی اشرفی، گوڑاباس، امام چوک، مکرانہ، راجستھان۔

(۲۱)- جناب مولانا محمد بشیر، پیلی خاں، لوہان خانہ، اجمیر شریف۔

(۲۲)- جناب قاری معین الدین رضوی، پیلی خان، لوہان خانہ، اجمیر شریف۔

(۲۳)- جناب حضرت مولانا سید محمد ضیاء الدین المعروف شمسی طہرانی، دار الافتاء اہلِ سنت، ٹونک، راجستھان۔

واضح ہو کہ اس سمپوزیم میں شریک ہونے والے ان علما کا نام یہاں شمار نہیں کیا گیا ہے جن کا ذکر شرکائے سیمینار مجلسِ شرعی منعقدہ جامعۃ البرکات علی گڑھ کے ذیل میں آچکا ہے۔